هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء
۱۵ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَاْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ ہی اپنے بائیں ہاتھ سے (کوئی چیز) پیئے اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ پیتا بھی ہے (مسلم)

وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ"

قَوْلُهَا "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّآءِ وَمَعْنَاهُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ وَالْوَاصِلَةُ الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا اَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ "وَالْمَوْصُوْلَةُ": الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ" الَّتِيْ تَسْاَلُ مَنْ يَفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! میری لڑکی کے چیچک نکل آئی۔ جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے۔ اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے، تو کیا اب میں مصنوعی بال لگا سکتی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے (کہ آپ نے لعنت کی، بال لگانے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی پر)

قولہا "فتمرق" را کے ساتھ ہے، اس کے معنی منتشر ہو گئے۔ اور گر گئے۔ اور "واصلہ" اس عورت کو بولتے ہیں۔ جو اپنے بالوں کو یا دوسری عورت کے بالوں کو ساتھ ملائے اور موصولہ وہ عورت جس کے بال ملائے جائیں اور "مستوصلہ وہ عورت جو اس کام کے کرنے والی سے ملانے کا سوال کرے

وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً" مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ: "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَآؤُهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے سنا۔ جس سال حج کیا تھا۔ منبر پر کھڑے ہو کر غلام کے ہاتھ سے بالوں کا ایک جوڑا لے کر کہہ رہے تھے کہ اے مدینہ کے رہنے والو تمہارے علماء کہاں ہیں میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپ ایسے جوڑے سے منع فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ جب بنی اسرائیل کی عورتوں نے اس طرح بنانا شروع کیا تو اس وقت بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال لگانے والی اور مصنوعی بال لگوانے والی اور گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری اور مسلم)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَهٗ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَمَا لِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمُتَفَلِّجَةُ" هِيَ: الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ وَالنَّامِصَةُ: الَّتِيْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا وَتُرَقِّقُهٗ لِيَصِيْرَ حَسَنًا وَالْمُتَنَمِّصَةُ، الَّتِيْ تَاْمُرُ مَنْ يَفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ خدا نے لعنت کی ہے، بدن گودنے والیوں۔ اور خوبصورتی کے دانتوں میں جھریاں بنانے والیوں، اور چہرہ سے بال نچوانے والیوں پر، جو کہ خدا کی پیدا کردہ فطرت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ تو ابن مسعودؓ سے ایک عورت (ام یعقوب) نے کہا یہ کیا بات ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ اس پر میں کیوں لعنت نہ کروں حالانکہ کتاب اللہ میں (یہ حکم موجود) ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ تم کو رسول جو چیز دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے باز آ جاؤ (بخاری و مسلم)

"المتفلجہ" وہ عورت جو کہ اپنے دانتوں کو گھسواتی ہے۔ تا کہ دانت ایک دوسرے سے قلیل مقدار میں دور ہو جائیں۔ اور درمیان میں کشادگی پیدا ہو جائے اور خوبصورت معلوم ہونے لگیں۔ اسی کو وشر بھی بولا جاتا ہے اور "نامصۃ" وہ عورت جو دوسرے کی پلکوں سے بال نوچے۔ اور ان کو باریک بنائے۔ تا کہ خوبصورت ہو جائیں اور "المتنمصہ" وہ عورت ۵

۵۔ جو کہ اس فعل کے کرنے والی کو [illegible] کا حکم [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۱۵؍رجب المرجب ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۰؍اکتوبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۲۴

مظلوم عرب اور اقوامِ متحدہ

عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں پیدا شدہ مشرقِ وسطیٰ کے بحران کو چار ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہے. لیکن اس بحران کو قطعی طور پر دُور کرنے کی کوئی مثبت کوشش اقوامِ متحدہ کے ادارے کی طرف سے عمل میں نہیں لائی گئی۔ سلامتی کونسل اور عالمی ادارے کی جنرل اسمبلی کے جتنے اجلاس اس سلسلے میں ہو چکے ہیں۔ ان کی کاروائیاں بدنیتی اور عرب دشمنی کی غمازی کرتی ہیں۔ بڑی طاقتوں کے ارکان اگر ایک طرف عربوں پر اسرائیلی جارحیّت کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسری طرف اس کے بازو مضبوط کرنے میں مصروف ہیں۔ عربوں کی حمایت بھی وہ صرف اپنی غیر سرکاری پوزیشن میں کرتے ہیں۔ مگر سرکاری پوزیشن میں ان کے مفادات کو تباہ کرنے پر تلُے ہوئے ہیں۔ سیاسی حلقے اس بات سے بے خبر نہیں کہ اقوامِ متحدہ کے جنرل سیکرٹری اوتھان کی کوششیں جو وہ عربوں کا مقبوضہ علاقہ خالی کرانے کے لئے کر رہے تھے ناکام ہو چکی ہیں۔ اوتھان کے قریبی ذرائع کی رائے میں صورتِ حال انتہائی تشویشناک ہے اور اب تک کوئی ایک نقطہ بھی ایسا تلاش نہیں کیا جا سکا جس پر سلامتی کونسل کے ارکان مطمئن ہوں۔ اقوامِ متحدہ کی اس بے عملی سے جارح اسرائیل بہت بڑا فائدہ اٹھا رہا ہے اور اس کا طرزِ عمل پہلے سے بھی سخت تر ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہو گیا ہے کہ جنرل اسمبلی اسے راہِ راست پر لانے کے لئے کوئی ٹھوس اقدام نہیں کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل دانستہ اور باقاعدہ سکیم کے تحت نہر سویز کے نہایت ضروری مقامات کو گولہ باری سے تباہ کر رہا ہے تاکہ نہر سویز دوبارہ نہ کھل سکے۔ اس نے حال ہی میں فائر بندی کی جو خلاف ورزیاں کی ہیں ان میں اس نے بندرگاہ توفیق، قنطارہ اور اسمٰعیلیہ کے انتظامی اداروں، بڑی بڑی عمارتوں اور ریڈیو کے آلات کو برباد کر دیا ہے۔ جن سے نہر سویز کو تجارتی مقاصد کے لئے جاری رکھنے کے مقصد کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس ایک مناظرہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور صاف ظاہر ہے کہ بڑی طاقتیں اسرائیلی جارحیّت کا خاتمہ کر کے مشرقِ وسطیٰ میں امن بحال کرنا نہیں چاہتیں۔ نتیجتہً مشرقِ وسطیٰ میں کشیدگی بڑھتی چلی جا رہی ہے اور اس امر کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ مستقبل قریب میں پھر جنگ شروع ہو جائیگی۔ چونکہ اسرائیل کی طرف سے مستقل امن کی خواہش کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے اور اقوامِ متحدہ حد درجہ سست روی سے کام لے رہی ہے مشرقِ وسطیٰ کی فضا روز بروز مکدّر و مخدوش ہو رہی ہے۔ اس امر کا قوی امکان ہے کہ اسرائیل نہر سویز کے خطّے کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی پھر مسلح کاروائیاں وسیع پیمانے پر شروع کر دے تاکہ متحدہ عرب محاذ میں رخنہ پڑ جائے اور کم سے کم مصر کو نابود کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل نے شام، اردن اور سینائی کے مقبوضہ علاقوں میں بے دریغ یہودیوں کو آباد کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کی مسلسل دہشت انگیزی سے عربوں کے انخلاء میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اصل میں اسرائیلی جارحیت کے ڈرامے کی ابتداء ہی فریب کاری سے ہوئی تھی اور اس کے پس پردہ امریکہ اور برطانیہ کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ ان بڑی مغربی طاقتوں کا دامن کردار ہمیشہ سے سازشوں اور خود غرضیوں سے ملوّث رہا ہے۔ یہ بظاہر امن کا راگ الاپتی ہیں لیکن ان کا مقصد امن سوزی اور انصاف کشی ہوتا ہے تاکہ ان کے استعماری عزائم پورے ہو سکیں۔ اگر صدر ناصر امریکہ اور روس کی اس یقین دہانی پر اعتماد نہ کرتے کہ مشرقِ وسطیٰ کے مسئلہ کا سفارتی حل ممکن ہے اور صدر جانسن کے اس لکھے پر کہ خلیج عقبہ کا مسئلہ فیصلہ کے لئے بین الاقوامی عدالت انصاف میں پیش کر دیا جائے۔ مطمئن نہ ہو جاتے اور امریکہ کے ایماء پر روس کے اس مشورے کو کہ عرب جمہوریہ جنگ میں پہل نہ کرے قبول کر کے دفاعی تیاریاں نرم نہ کر دیتے تو عالم عرب پر یوں ناکامی و بربادی کی مہیب گھٹا [illegible] نہ ہوتی لیکن مسلمان کا خمیر ہی صدق و صفا کی مٹی سے اٹھا ہے۔ اس کے برعکس مغربی سامراجی طاقتوں کا وجود ہی فریب و سازش کے مرکب سے تیار ہوا ہے۔ لہٰذا عرب اس گہرے فریب کو نہ بھانپ سکے اور انہیں اس فریب خوردگی کی اتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہے جس کی تلافی کو کئی سال لگیں گے مگر اب ان تفصیلات میں جانا تحصیلِ حاصل ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ادارۂ اقوامِ متحدہ اس بحران کو ختم کرنے کے لئے حرکت میں آتا ہے کہ نہیں — خیال یہ تھا کہ ۱۶؍اکتوبر کو ہونے والے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اس مسئلے پر فیصلہ کن بحث ہوگی لیکن نیویارک کے ایک سرکاری اعلان کے مطابق اس بحث کو غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے — اس التوا کی وجہ کچھ بھی ہو اسے غیر متوقع

(باقی صفحہ ۶ پر)

مجلس ذکر ۳۰ر جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۵ر اکتوبر ۱۹۶۷ء

فلاح پانے کا نسخہ

از جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

مرتبہ خالد سلیم ایم اے

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد:۔ فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی پ۳۰ سورۃ اعلےٰ

ترجمہ۔ بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہوا یعنی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ اور جو ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا ایسا شخص یقیناً فلاح پا گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں قرآن مجید کی تعلیم فرماتے تھے۔ وہاں مسلمانوں کا تزکیہ نفس کرنا بھی آپؐ کا فریضہ تھا۔ قلب کی صفائی کے لئے آپ کے ارشادات اور عملی نمونہ آج تک قرآن و احادیث میں محفوظ ہے۔ جو قرآن و احادیث کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔ وہ یقیناً فلاح پا جائے گا۔

جناب رسول کریمؐ سے کسی نے سب سے بہترین عمل دریافت کیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اپنی زبان کو ہر وقت ذکر اللہ سے تر رکھا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ ان کو اللہ کے ذکر اور عبادت سے آباد رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کی یاد میں شاغل رہتے تھے۔

آپ حضرات اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں۔ کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے صحت تندرستی عطا فرمائی ہے اور مزید انعام آپ پر یہ فرمایا ہے۔ کہ آپ کو ایمان نصیب فرما کر اہل حق کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اور اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جب ہم پر اللہ تعالیٰ کے بے انتہا اور لاتعداد انعام ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی لاتعداد ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر و شکر کریں۔ اس کی تعریف کے گن گائیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ان شکرتم لازیدنکم اگر تم میرا شکر کرو گے۔ تو میں اور زیادہ انعامات کی بارش کروں گا۔

حضرت سندھیؒ نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ بیٹا! ذکر قلبی کا طریقہ سیکھ لو اور ایک گھنٹہ یومیہ ذکر اللہ کا معمول بنا لو۔ کبھی کسی دجل اور دجال کا اثر نہ ہوگا۔ میرا دل بہت کمزور تھا۔ اندھیرے میں ڈر لگتا تھا۔ سانپ سے بہت ڈرتا تھا۔ ذکر قلبی کا یہ اثر ہوا کہ میرا دل بہت مضبوط ہو گیا۔ نہ سانپ کا ڈر رہا اور نہ اندھیرے کا اللہ کے ذکر کی برکت سے ہر چیز کا ڈر قلب سے نکل گیا

ایک مرتبہ تپ دق کا ایک مریض میرے پاس آیا۔ جس کو بالکل آرام نہ آتا تھا۔ بے انتہا علاج و معالجہ بھی کرائے تھے۔ میں نے ذکر اللہ کرنے کے لئے کہا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ذکر اللہ کی برکت سے وہ تپ دق کا مریض کچھ عرصہ کے بعد بالکل ٹھیک ہو گیا

ذکر اللہ کرنے کے مادی فوائد ہونے کے علاوہ روحانی فوائد اور برکتیں بے انتہا اور ان گنت ہیں۔ ذکر اللہ کرنے والے سے اللہ تعالےٰ راضی ہوتے ہیں ذکر اللہ سے دلوں میں محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے اور سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر نیت نیک اور رضا الٰہی کی ہو۔ تو ہر کام نیکی بن جاتا ہے۔ آپ کا یہاں ذکر اللہ کے لئے تشریف لانا۔ کرایہ خرچ کرنا وقت نکالنا سب اللہ کی عبادت میں لکھا جائے گا۔ اور اس کا اسی حساب سے آپ کو اجر ملے گا۔ جتنا آپ میں اخلاص ہوگا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو فقط اپنی رضا کے لئے نیک اعمال کرنے اور نیکی کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے آمین

اللہ کے احکام بیاں کرتے رہیں گے
ہم تربیتِ اہل جہاں کرتے رہیں گے
(منظر گجراتی)

---

۸ ر رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء

محبوبِ بارگاہِ خداوندی بننے کیلئے

اسوۂ محمدیؐ اور شریعتِ اسلام پر چلنا لابُدی اور ضروری ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پ ۳ س آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ : (اے نبی ! ان لوگوں سے) آپ کہہ دیجئے ۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

اس آیت مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا تعالےٰ سے دوستی کا دعویٰ کرتے ہو اور اس دعوے میں واقعی سچے ہو اور تمہاری خواہش یہ ہے کہ خدا تعالےٰ تمہاری ویسی ہی مدد کرے جیسی وہ اپنے دوستوں کی کرتا ہے تو میرے طریقے پر چلو ۔ جس طرح میں اللہ تعالےٰ کے حکم پر چلنے کے لئے ساری دنیا کی پروا نہیں کرتا تم بھی خدا کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ پھر خدا تعالےٰ کی طرف سے تمہیں ضرور مدد ملے گی ـــــ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کا معیار رحمت دو عالم شفیع دو عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور مکمل پیروی ہے اگر دیکھنا ہو کہ کون اپنے مالکِ حقیقی سے محبت کرتا ہے تو اسے اطاعتِ محمدیؐ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لینا چاہئے ۔ جس قدر کوئی شخص حبیبِ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہوگا ، اُن کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ سمجھتا ہوگا اور ان کی پیروی کرتا ہوگا اسی قدر اس کا ایمان بھی مکمل ہوگا اور وہ اسی قدر محبوبِ بارگاہِ خداوندی بھی ہوگا چنانچہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا پھل یہ ملے گا کہ اللہ تعالےٰ اُس سے محبت کرنے لگے گا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی برکت سے اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور خاص توجہ کا مستحق ہوگا ۔ گویا محبتِ خداوندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر ہونے کا کوئی امکان نہیں ۔

حاصل

یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول سے لے کر رہتی دنیا تک جو لوگ محبوبِ خدا بننا چاہیں ان کے لئے اسوۂ محمدیؐ اور شریعتِ اسلام پر چلنا لابُدی اور ضروری ہے ـــ اتباعِ شریعت کرنے والوں سے کوئی غلطی سرزد ہو گی تو ان کا معاملہ اللہ سے ہے جو بڑا بخشنے والا مہربان ہے ۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں " کوئی کسی کی محبت کا دعوےٰ کرے تو اس طرح محبت کرے جس طرح محبوب چاہے نہ جس طرح اپنا جی چاہے اور اسی طرح چاہے تو محبوب اس کو چاہے اور اللہ بندوں کو چاہے تو یہی کہ ان پر مہربانی ہو اور گناہ پر نہ پکڑے اور خیالات عبث ہیں ۔ (موضح القرآن)

مطلب یہ ہے کہ محبوب کی محبت کا دعویٰ تبھی صحیح ہو سکتا ہے جو محبوب کو پسند ہو ۔ ورنہ خواہ کتنی ہی محبت ہو جب محبوب ہی کو پسند نہ ہو تو بیکار ہے ۔ ایسی ناپسندیدہ محبت اور عداوت میں کوئی فرق نہیں ۔

پس جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ محبت معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے اور وہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کسی کو معلوم ہو سکتا ہے ؟ اس کا جواب خود رب العزت نے دے دیا ہے کہ اُن کو طریقہ وہی پسند ہے جو ان کے نبی بتائیں اس کے علاوہ اور کوئی طریق عنداللہ محبوب نہیں ہے کیونکہ نبی خدا کا فرستادہ ہوتا ہے ۔ وہ اللہ کی مرضی اور منشاء بیان کرتا ہے اور ان کی اتباع خود اللہ تعالیٰ ہی کی اتباع ہوتی ہے ۔ اس لئے اسی آیت میں اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ

اسے پیغمبر! جو آپ کی پیروی کرے اور آپ کے قدم بہ قدم چلے وہی ہم سے صحیح محبت کرنے والا ہے۔ اور اسی کو یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ ہم اس سے محبت کریں گے۔ اس لئے کہ جیسی کوئی بندہ ہماری طرف پیشقدمی کرے گا ویسا ہی جواب ہماری طرف سے بھی ہوگا۔ کوئی ہمارا ذکر کرتا ہے تو اس کا ذکر کرتے ہیں، کوئی ہم سے غفلت اختیار کرتا ہے تو ہم بھی اس سے ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں اور جو ہم سے محبت کرتا ہے تو ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ محبت وہی ہو جو ہماری نظر میں محبت ہو اور ہم اسی کی محبت کو قابل التفات اور قابل توجہ سمجھتے ہیں جو ہمارے پیغمبرؐ کی اتباع اور پیروی کرتا ہے۔

حدیث شریف

میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا ــــ لوگوں نے دریافت کیا وہ انکار کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے میرا کہا مانا اور میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی اُس نے انکار کیا۔ دوسری روایت میں ہے جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

غرض مذکورہ بالا آیت میں اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کے لئے ایسا اصول اور ایسی راہ تجویز کی ہے جس کو اختیار کرنا ہی دائمی نجات کا سبب ہو سکتا ہے۔

کامل مومن

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں (خدا کی طرف سے) لایا ہوں۔

حاصل

آیت مذکورہ بالا اور احادیث نبویہؐ کا یہ نکلا کہ ایمان کی تکمیل دائمی نجات کے حصول اور خداوند قدوس کا محبوب بننے کے لئے اسوۂ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور شریعت اسلام پر چلنا ضروری اور لازم ہے۔

اب اس اصول اور شرط کو پیش نظر رکھ کر دیکھئے کہ آپ کہاں تک زندگی کے مختلف گوشوں میں اسوۂ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور شریعت اسلام پر عمل کر رہے ہیں؟ کس حد تک آپ نے اپنی سیاسی و معاشرتی اور اقتصادی و ملی ضروریات کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اور کہاں تک آپ اپنی روزمرہ زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل پیرا ہیں؟

اللہ تعالٰے ہم سب کو اس پر غور کرنے اور اپنی نجی و مجلسی اور ملکی و ملی زندگی کے تمام گوشوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

بقیہ: اداریہ

نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ جہاں نیتوں میں فساد ہو وہاں حق و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا سوال اسی طرح ٹلتا رہتا ہے۔ در اصل بڑی طاقتیں اپنے مخصوص مفادات کی وجہ سے مشرق وسطٰی کی الجھن دُور کرنے والے کسی فارمولے پر متفق نہیں ہو سکیں۔ ان کے نزدیک ان کے اپنے مفادات مشرق وسطٰی کے امن کی نسبت زیادہ اہم ہیں۔ ان سامراجی کفن دُزدوں کو کون سمجھائے کہ ان کی اس رسّہ کشی میں عرب قوم خواہ مخواہ پس رہی ہے اور مشرق وسطٰی کا مسئلہ ان کے لئے بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ مظلوم عربوں کے سیدھے سادے مطالبے ہیں۔ اولاً جارح اسرائیل مقبوضہ علاقوں سے اپنی فوجوں کو ہٹا کر ۵ر جون کی پوزیشن پر لے جائے (ثانیاً) عربوں کے عظیم نقصانات کی تلافی کے طور پر جارح اسرائیل سے تاوان دلایا جائے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ عرب اسرائیل کو تسلیم کرلیں اور ان سے براہِ راست گفتگو کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ عالمی ادارے نے اپنی "بے بسی" یا پھر عربوں کے خلاف دانستہ سازش کا کھلا ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں تو مظلوم کو ظلم کا حق ماننے کی تلقین کس منطق کی رُو سے جائز ہے۔ پھر اس صورت میں عالمی ادارے کے وجود کی ضرورت ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے لہٰذا اس ڈھونگ کو جتنی جلدی ختم کر دیا جائے بہتر ہے۔ عرب جیسی مظلوم مگر غیور قوم اپنے موقف کی صحت سامراجی راہزنوں سے خود تسلیم کرا لے گی۔ انشاء اللہ۔ کہ

ہم نے انقلاب چرخ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۷ء بروز جمعہ پونے چھ بجے شام پروگرام "جمہور کی آواز" ریڈیو پاکستان لاہور سے تقریر۔

۲۱ر اکتوبر بروز ہفتہ روانگی برائے ملتان ۴۰-۷ بذریعہ آہو ایکسپریس مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائیں گے اور رات کو بذریعہ کار مظفرگڑھ تشریف لے جائیں گے۔

۲۲ر اکتوبر بروز اتوار بعد نماز فجر عیدگاہ میں درس قرآن پاک ہوگا۔

۲۳-۲۴ر اکتوبر کوٹلہ راحم میں قیام فرمائیں گے۔

۲۵ر اکتوبر بروز بدھ روانگی برائے پافرشاہ۔ وہاں نماز ظہر ادا فرمائیں گے۔ بعد نماز مغرب احمدپور شرقیہ مسجد مدنی میں مجلس ذکر ہوگی اور قیام برمکان کمال الدین صاحب ہوگا۔ و واپسی برائے لاہور بذریعہ کراچی ایکسپریس انشاء اللہ۔

(حاجی بشیر احمد)

محمد طفیل صاحب اے سی بہاولپور

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲)

کائنات میں کہکشاں ایک ہی مجمع النجوم نہیں ۔ اس کے قرب و جوار میں اسی طرح کے چھوٹے بڑے 18 اور مجمع اور سدیم ہیں یہ ان کہکشاؤں کا ایک خاندان ہے لیکن ان میں باہم لاکھوں سال نور کے فاصلے ہیں ۔ اور پھر یہ ۱۹ مجامع کائنات کی وسعتوں میں کوئی بڑی حیثیت نہیں رکھتے اندازہ ہے کہ اس طرح کی تقریباً دس کھرب کہکشائیں ہماری بڑی دوربینوں کی زد میں آتی ہیں پھر یہ دوربینیں عکسی اور نظری ہیں ۔ ریڈیائی دوربینوں سے اس تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے ۔ کائنات کی پہنائیوں میں ان کہکشاؤں اور سدیموں کی وسعتیں خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔ ان میں کتنے ستارے ہیں یہ بھی وہی جانتا ہے ہماری زمین نظام شمسی کا ننھا سا سیارہ ہے ۔ خدا جانے کائنات میں کتنے ایسے سورج اور کتنی ایسی دنیائیں آباد ہیں اور پھر ان بے حد و شمار ستاروں کی دنیاؤں میں کس کس قسم کی مخلوق ہے یا کس کس قسم کی فضاء رنگ و بو ہے انسان کبھی نہ جان سکے گا ۔ یہ ہے مختصر سا بیان مکان کا ۔

اب لگے ہاتھوں لامکان پر بھی نظر ڈال لیں ۔ یہاں ایک بار پھر واضح رہے ۔ کہ یہ بیان مذہبی اصطلاحوں کا نہیں ۔ سائنس کی اصطلاح میں مکان اور زمان کو جس طرح سمجھا جاتا ہے ۔ اسی کا ذکر کیا جا رہا ہے ۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے ۔ سائنس کے ایک نظریہ کی رو سے تقریباً 5 ارب سال قبل ایک مرکز سے یہ اجزاء فضا میں منتشر ہوئے ۔ اور اس وقت سے اب تک بدستور خلا میں آگے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں ۔ گویا کہ کائنات پھیلتی اور وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے ۔ یہ اجزاء یا سدیم جوں جوں مرکز سے دور ہوتے جا رہے ہیں ۔ ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے ۔ تجربات اس بات پر شاہد ہیں اور ہبل ہماسن کا قاعدہ انہی تجربات کی روشنی میں مرتب ہوا ہے یعنی ۔ لام = 38 ج vm=38n جب کہ لام سے مراد پرے ہٹتے ہوئے مجمع النجوم کی رفتار فی سیکنڈ میلوں میں اور ج کا مطلب مجمع کا موجودہ فاصلہ زمین سے دس لاکھ سال نور کی اکائیوں میں ہے ۔ اس طرح جو کہکشاں ہم سے دس کروڑ نوری سال (دس لاکھ سال نور کی ۱۰۰ اکائیاں) کے فاصلے پر ہوگی اس کی رفتار ۱۰۰ × 38 = 3800 میل فی سیکنڈ ہوگی یعنی روشنی کی رفتار کا تقریباً ⅕ ۔ اس طرح جو مجمع النجوم 5 ارب نوری سال کے فاصلے پر ہوگا ۔ اس کی رفتار روشنی کی رفتار کے برابر ہو جائے گی یہاں یہ بات ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سائنس نے روشنی کی رفتار کو رفتار کی حد قرار دیا ہے کوئی شے یہ رفتار حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اس رفتار تک پہنچتے پہنچتے چلنے والا وجود سکڑ سمٹ کر معدوم ہو جاتا ہے ۔ اس کا ذکر آگے آئے گا روشنی کی رفتار کے قریب پہنچنے پر رفتار گھٹنے لگے گی اور سدیم پھر مرکز کی طرف لوٹیں گے یا روشنی کی رفتار کو پہونچ کر معدوم ہو جائیں گے ۔ اسی حساب کی رو سے اندازہ لگایا گیا کہ کائنات کا قطر پانچ ارب نوری سال ہے ۔ اس سے آگے ابھی ہمارے پاس ظن و تخمین بھی نہیں ہے ۔

لیکن یہ کائنات کہاں اور کس چیز میں بڑھ رہی ہے ۔ اس کو ہم خلا کا نام دے سکتے ہیں ۔

کیا اس خلا کی کوئی حد متعین ہو سکتی ہے ۔ مجامع النجوم بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں ۔ لیکن آگے کوئی دیوار یا رکاوٹ نہیں آتی یہ خلا لامتناہی ہے ۔ جس میں یہ وسیع و عریض کائنات جو بذات خود اتنی بڑی ہے کہ لامتناہی نظر آتی ہے ۔ اسی طرح تیر رہی ہے ۔ جس طرح سمندر میں مچھلیاں یہی وہ لامکان ہے جس کے کنارے پہونچ کر جہل اور عقل سب حیران اور پریشان کھڑے نظر آتے ہیں ۔

زمان زمان جس کو وقت اور عصر بھی کہہ سکتے ہیں ۔ ہمارے کرہ کی گردش سے پیدا ہونے والے تغیرات لیل و نہار کا نام ہے گویا ہمارا وقت زمین کی اپنے محور پر اور سورج کے گرد ۔ گردش سے متعلق یا اضافی شے ہے اس لئے وقت کے یہ پیمانے ۔ گھڑیاں وغیرہ سب اس دنیا سے متعلق ہیں زمین سے اٹھ کر فضائے بسیط میں نکلتے ہی یہ نظام بدل جاتے ہیں ۔ ہزار برس کا دن اور پچاس ہزار برس کا دن اوپر کی فضاء میں بہت ہی معمولی اصطلاحات ہیں اور یہ تو بہت نزدیک کی باتیں ہیں دور جائیں تو وقت ہے ہی نہیں ۔ یہ کتنی انوکھی اور عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن آج کی صحبت میں کچھ ایسی ہی عجیب و غریب باتیں کہہ لینے دیجئے ۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ ماہ و سال زمین کی گردش سے پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح جو وقت پیدا ہوتا ہے اس کے تعین اور تقسیم کے لئے ہم نے ایک نظام مقرر کیا ہے ۔ ثانئے ، منٹ ، گھنٹے ، دن وغیرہ ۔ لیکن نظام شمسی کے دوسرے سیاروں کی محوری گردش زمین کی گردش کے مطابق نہیں مثال کے طور پر مشتری اپنے محور پر ایک چکر دس گھنٹے میں لگاتا ہے ۔ لہٰذا اس کا ایک گھنٹہ زمین کے وقت کے مطابق صرف پچیس منٹ کا ہوگا اسی طرح زمین سورج کے گرد اپنا ایک چکر ایک سال میں پورا کرتی ہے اس کے بالمقابل مشتری ایک چکر 12 (بارہ) زمینی سال میں اور زحل انتیس 29 زمینی سال میں پورا کرتا ہے جب کہ بعید ترین اور سرد ترین سیارہ پلوٹو اپنی ایک گردش 248 زمینی سال میں ختم کرتا ہے ۔ گویا ان ستاروں کا ایک برس ہمارے حساب سے بارہ ، انتیس اور دو سو اڑتالیس سالوں کے برابر ہے

لیکن جب ہم نظام شمسی کی حدود سے نکل کر فضاء بسیط میں داخل ہو جائیں ۔ تو کیا ہوگا ۔ تفصیل اور دلیل بہت پیچیدہ اور اذہان پر بار ہوگی ۔ مختصراً نظریہ اضافیت کے مطابق روشنی کی رفتار کا

حصول ممکن نہیں ۔لیکن اگر یہ رفتار حاصل ہو تو اس کے لئے وقت تھم جاتا ہے ۔اس کی وضاحت کے لئے ایک مثال لیتے ہیں فرض کیا جائے کہ زمین سے ایک راکٹ کسی ایسے ستارے کی طرف جس کا فاصلہ ہم سے ۵۰ نوری سال ہے ۔ تقریباً روشنی کی رفتار سے اڑا (ایسا راکٹ نہ موجود نہ ہی مستقبل قریب میں بننے کی امید ہے) اور ستارے پر پہنچکر فوراً ہی واپس آگیا ۔ تو زمین کے حساب سے تو اس کی واپسی تک ۱۰۰ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہوگا جب کہ راکٹ والوں پر صرف ایک دن ہی گزرا ہوگا ۔ راکٹ کی رفتار کا تعین اس کے اور زمین کے مابین تعلق اور رابطے کی وجہ سے ہے ورنہ خلاء محض میں سفر اور وقت اور رفتار بے معنی الفاظ ہیں ۔ رات کے مسافر جب ایک دن سفر کے بعد واپس پہونچیں گے ۔ تو دیکھیں گے کہ دنیا تبدیل ہوچکی ہے ۔جن لوگوں سے وہ واقف مرکھپ چکے ۔ ان کے اہل وعیال کا پتہ نہیں ۔جن بچوں کو وہ دودھ پیتے چھوڑ کر گئے تھے ۔ اُن میں سے ماسوا کسی پیر فرتوت کے کوئی زندہ نہیں ۔

نظریہ اضافیت میں فضاء اور وقت کے موضوع پر طویل اور پیچیدہ مباحث موجود ہیں ۔لیکن اس وقت ہم صرف وقت اور حجم کے موضوع سے ہی بحث کریں گے اور مباحث کے صرف ان گوشوں کو چھوئیں گے ۔جن کا اس مضمون سے تعلق ہے ۔ انسان چونکہ ابتداء سے کرۂ زمین کو اسی صورت میں دیکھتا آیا ہے ۔ اس لئے لازماً اس کے تمام حواس کی رسائی ان قوانین اور مظاہر قدرت سے آگے نہیں بڑھتی جو روزمرہ اس کے مشاہدے میں آتے ہیں ۔ غالباً اسی وجہ سے مذہبی معاملات میں ماورائے حواس خمسہ کی باتوں میں قیل وقال کی ممانعت ہے عذاب قبر کی صورت کیا ہے ۔ بہشت فی الحقیقت کیا ہے کہاں ۔ اور نعیم بہشتی کی حقیقت کیا ہے ۔اس سے صرف اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسولؐ واقف ہیں ۔جس قدر ہم کو بتایا گیا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے ۔ ہم اس اجمال کی تفصیل تلاش نہیں کرتے ۔ جہاں ایک دفعہ قیل و قال کا دروازہ کھلا پھر اختلافات ختم ہو نہیں سکتے ۔

کچھ یہی صورت اپنے نظام شمسی یا اس سے بھی کم کرہ زمین سے باہر کے حالات کی ہے ۔ یہ تصور ہی ناممکن سا ہے ۔ کہ کسی جگہ وقت نہ ہو ۔اس سلسلہ میں تفصیلی مباحث کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ۔بہرحال جس طرح انسانی عقل کے پاس اس سے قبل کیا تھا کا آخری اور حتمی جواب نہیں (اس سے پہلے کیا تھا اور پھر اس سے پہلے کیا تھا اور پھر اس سے ....) اور جس طرح موجودہ سائنس کے پاس ۔ کائنات کی وسعتوں کے "اندازے" تو ہیں لیکن اس سے ماوریٰ کیا ہے ۔ اور خلا کی کوئی حد ہے ۔ یا نہیں اگر ہے تو اس سے آگے کیا ہے" کا کوئی جواب نہیں ۔اسی طرح اور بیشمار سوالات ایسے ہیں ۔جن کا قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا ۔ وقت ۔ رفتار ۔ حجم وغیرہ کے متعلق نظریہ اضافیت کے اندازے بھی موجودہ فکر کی حدود ہیں ۔ ان کو آخری درجہ قطعاً حاصل نہیں ۔ ان میں کیا کیا ترمیمیں ہوں گی ۔ اور ان کی بنا پر ان سے آگے اور کون کون سے نظریے قائم ہوں گے ۔کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ وقت کے سلسلہ میں TIME PARADOX یا نظریۂ تضاد وقت اسی نظریۂ اضافیہ کی پیداوار ہے ۔ اور ہمارے اس تضاد کو دور کرنے اور اصلیت کو معلوم کرنے کے ذرائع اس وقت تک موجود نہیں ۔ چونکہ نظریہ اضافیت کے اکثر اصول مشاہدے پر درست ثابت ہو چکے ہیں ۔اس لئے اس کے نظریات کو رد کرنے میں تامل کیا جاتا ہے ۔ تضاد وقت کو سمجھنے کے لئے اسی راکٹ کی مثال کو سامنے رکھئے ۔مثال بالا میں بتایا گیا ہے ۔ کہ راکٹ جب زمین پر واپس آئے گا ۔ تو یہاں ۱۰۰ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہوگا ۔لیکن اس نظریہ کا اطلاق صورت ثانی میں بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ راکٹ کو ساکن تصور کیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ زمین تقریباً روشنی کی رفتار سے اس سے پرے ہٹا رہی ہے ۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ رفتار ایک اضافی چیز ہے ۔ اور ہمیشہ کسی دوسری چیز کے ربط و تناسب سے قائم ہوتی ہے ۔ ہمارے لئے رفتار کا تعین زمین پر خود زمین یا اس میں موجود اشیاء یا مقامات سے ہوتا ہے ۔ زمین سے باہر نکلیں تو بھی رفتار زمین کے رابطے یا فضاء میں موجود کرہ ہوائی سے قائم ہوگی ۔اس کے باہر سورج ۔سیاروں یا اس کے بعد دوسرے ستارے رفتار کا تعین کریں گے ۔لیکن اگر راکٹ ایسے خلاء میں سفر کر رہا ہو ۔جس میں نہ کوئی سورج ہو نہ کوئی ستارہ تو رفتار تو کروڑوں میل ثانیہ کی رفتار (جو سائنس کی رو سے ناممکن ہے) بھی سکون سے مختلف نہ ہوگی ۔ کیونکہ وہاں کچھ ہے ہی نہیں جس سے رفتار متعین ہو ۔ یہ تصور عام اذہان کے لئے مشکل ہے ۔ بہرحال اگر کسی جگہ ہوا یا فضا ہو تو وہ خلا ہی نہیں ۔ اور وہاں انہی چیزوں کے رابطہ سے رفتار متعین ہوجائے گی ۔لیکن اگر کچھ بھی نہ ہو اور اس خلاء کی حد بھی نہ ہو تو رفتار کا لفظ بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے ۔

راکٹ سوار جب خلا میں نکل آئے تو مندرجہ صدر دونو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اول الذکر میں تو راکٹ پر صرف ایک دن گزرا اور زمین پر سو سال گزر گئے دوسری صورت میں راکٹ پر سو سال سے زائد عرصہ گزر گیا اور زمین پر صرف ایک دن گزرا ۔ چونکہ یہ دونو صورتیں مختلف اور متضاد ہیں ۔ اسی لئے ذہن کی تشفی نہیں ہوتی ۔ چنانچہ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے ۔ کہ وقت کا یہ فرق یعنی زمین پر ایک دن اور راکٹ پر ایک سو سال یا بصورت دیگر ۔صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے ۔ جب رفتار کی سمت ایک ہو ۔ اور رفتار میں کمی بیشی نہ ہو ۔ چونکہ راکٹ کو روانہ ہونے میں بتدریج رفتار کو بڑھا کر تقریباً روشنی کی رفتار کو پہنچیں گے ستارے سے واپسی پر رخ بدلیں گے اور زمین پر پہنچکر پھر رفتار کم کریں گے اس لئے اس قاعدہ کا اطلاق نہ ہو سکے گا اگر ایسا ہے ۔ تو یہ نظریہ ہی باطل سا ہوکر رہ جاتا ہے ۔ اس جگہ ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔ کہ یہ جواب صحیح ہے یا غلط ہمارے مضمون کے لئے اتنا ہی کافی ہے ۔ کہ سرعت سیر سے وقت کے پیمانے بدل جاتے ہیں ۔ حتیٰ کہ وقت معدوم بھی ہو سکتا ہے

باقی آئندہ

عبدالرؤف بی، اے۔ ملتانی

پاکستان میں تجدید اسلام کی ضرورت

(ایک تجزیہ)

(زیر نظر مضمون حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ ملتانی نے اپنے نوٹ کے ساتھ ارسال فرمایا ہے (ادارہ)

زیر نظر مضمون میں ہمارے محترم مقالہ نگار نے پاکستان ٹائمز کے ایڈیٹر سید ایس جعفری کے خیالات پریشان کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آپ نے جعفری کے خیالات کا بہت اچھا تجزیہ کیا ہے۔ اس قسم کے خیالات نئے نہیں ہیں۔ یہود و نصاریٰ باقاعدہ سازش کے تحت اسلامی ملکوں میں اس قسم کے نظریات کی اشاعت کرا رہے ہیں۔ ہمیں اپنے پروردگار سے امید ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں دشمنوں کی سازش کامیاب نہ ہو گی۔ البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ایس جعفری جیسے ہوشمند آدمی ان خیالات کا کیسے شکار ہو گئے۔ کاش کوئی انگریزی کا قابل مترجم اس مقالہ کو انگریزی میں ترجمہ کرکے پاکستان ٹائمز کی وساطت سے سید صاحب تک اور اس طبقہ کے لوگوں کو اس جواب سے آگاہ اور متنبہ کرے۔

(ادارہ الصدیق ملتان)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسول النبی الکریم

بندہ نے پاکستان ٹائمز بمورخہ ۱۱/۸/۶۷ کے جمعہ فیچر میں سیّد ایس جعفری کا مقالہ بعنوان "نیڈ فار ریویلیشن آف اسلام ان پاکستان" پڑھا دل کو سخت صدمہ ہوا کہ ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو پحوں پحوں کا مربہ کے مصداق ہیں۔ مضمون میں دلیل ایک نہیں۔ بس بات صرف یہ ہے کہ ملائیت نے ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائے ہیں۔ علماء اسلام نے قرآن کی تعلیمات کو جمودی بنا دیا اور انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر عقل سے نہ کرکے اپنے کم علم ہونے کا ثبوت دیا۔ انہوں نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کو الغزالی، ابن خلدون، اقبال اور سرسیّد نے اچھی عقلی اور فکری انداز میں سمجھا اور ان کو بھی ان علماء سے شکایت رہی۔ انہوں نے سارا زور اس بات پر خرچ کیا ہے کہ تفہیم قرآن کے لئے علماء کے پاس مت جائیے، اسے خود سمجھنے کی سعی کی جائے اور جب ہم نے ایسا کیا تو ترقی یافتہ ہو جائیں گے۔

صاحب مقالہ نے مزید لکھا ہے علماء میں شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قائد اعظم کی وفات پر اشک بہائے۔ اس سے اس نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے تفوق کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک بات وضاحت طلب ہے کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کا دینی و مذہبی ذوق کس قدر ہے اگر وہ یقینی طور پر صفر ہے اور وہ دین سے بے بہرہ ہیں تو مقالہ نگار کو یہ نہیں کہنا چاہیئے تھا کہ علماء نے ملک و مذہب کی ترقی پر جمود طاری کر دیا۔ کیونکہ علماء سے آپ کو ایسے نمایاں افراد مل جائیں گے جنہوں نے اپنے دینی مرتبہ اور علمیت کے باوجود ملک و ملت کی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی میدانوں میں خوب خدمت کی، ان کے ذہنی جمود کو توڑا اور بیدار کیا اور قوم میں نئے سرے سے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

تاریخ کے اوراق کا بنظر غائر مطالعہ کیجئے تو آپ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں دیکھیں گے کہ کتنے علماء تھے جنہوں نے علم جہاد بلند کیا اور جام شہادت نوش فرمایا۔ خدا کا فضل تھا کہ اس وقت جدید طبقہ ابھی پرورش ہی نہیں پایا تھا اور نہ ہی وہ ملک کی جنگ آزادی میں پیش پیش تھا۔

اس کے بعد آپ سرسیّد کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں مگر انہوں نے ایسا نظام تعلیم رائج کیا جس کے متعلق ہنٹر کا قول ملاحظہ ہو:۔

"ہمارے اینگلو انڈین سکولوں سے کوئی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے انکار نہ کرنا چاہتا ہو، ایشیا کے پھلنے پھولنے والے مذاہب جب مغربی سائنس بستہ حقائق کے مقابلہ میں آتے ہیں تو سوکھ کر کانٹا ہو جاتے ہیں۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۲۰۲)

اس بیان کا اطلاق جدید تعلیم یافتہ لوگوں پر کیجئے۔ جدید تعلیم کیسے انسان پیدا کر رہی ہے۔ اگر وہ واقعی مذہب سے بیگانہ ہیں تو آپ کو علماء پر یہ اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور وہ لوگ خواہ کالجوں میں پڑھے ہوں یا دارالعلوم میں اگر کسی صاحب نظر کی تربیت سے فیض یاب ہوئے تو انشاء اللہ عظیم المرتبت مسلمان ہوتے آپ نے محمد علی جوہر اور شبلی نعمانی کی خدمات کو ان کے مذہبی عقائد کی وجہ سے بھلا دیا۔ حالانکہ ان کا زیادہ تعلق علی گڑھ سے تھا۔

دوسری طرف دارالعلوم دیوبند ہے جس نے ایسے یگانہ روزگار انسان پیدا کئے۔ جنہوں نے آزادی وطن کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دی —— مولانا قاسم علی نانوتویؒ کے متعلق سرسید کے خطوط میں سے توصیفی کلمات ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ آپ کو علماء سے سوءِ ظن نہیں رہے گا۔

آپ نے یہ بھی لکھا کہ دین اسلام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ قرآن کا پیغام اس قدر سادہ ہے کہ ہر ایک انسان اسے سمجھ سکتا ہے کسی کو ان مولویوں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ خدارا ذرا تدبّر سے کام لو عقل بتائے گی کہ ہر چیز اپنے سرچشمہ سے ہی ملتی ہے۔

ایک سادہ سی مثال ہے کہ طب کے متعلق نسخہ جات اور ان کی ترتیب ہمیشہ طبیب ہی جانتا ہے عام انسان نہیں سمجھ سکتا۔ ہر چیز کے لئے اس کا ماہر ہونا چاہیئے وہ لوگ جن کے پاس علم طب کی سند نہیں اور نہ ہی انہوں نے کہیں سے اسے باضابطہ طریقے سے سیکھا اگر وہ

کوئی نسخہ تیار کریں تو وہ نسخہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور ایک عام آدمی ارسطو کی کتاب پالٹیکس کا ترجمہ و توضیح بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ ارسطو کے نظریات کو سمجھ سکتا ہے۔ بعینہٖ الہامی کتاب جس کو سمجھنا خالہ جی کا گھر نہیں اس کو عام اور جاہل آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ قرآن مجید میں یاولی الالباب اور یاولی الابصار کا خطاب عام آدمی سے نہیں بلکہ اعلیٰ فہم والے انسانوں سے ہے اور وہ ہیں علماء کرام۔ کیونکہ انہوں نے معارفِ قرآنی کو سمجھنے میں اپنی زندگیاں لگا دیں۔ مولانا روم علماء ہی کی صحبت میں بیٹھ کر مولانا روم بنے، اقبال نے مولانا روم سے استفادہ حاصل کیا اور اکثر چیزیں انہوں نے انورشاہ کشمیریؒ سے سمجھنے کی کوشش کی۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید کی تفہیم کے لئے اس کے ماہر علماء کے پاس جانا ضروری ہے۔

علماء اور زوال

صاحبِ مقالہ نے لکھا ہے کہ علماء دو عملی پالیسی چلتے ہیں کہ حکومت سے یہ کہتے ہیں آپ ہماری بات مان جائیں عوام ہمارے اثرات کے تحت ہیں اور عوام سے کہتے ہیں کہ تم ہماری بات مان جاؤ حکومت ہماری تابع ہے —— حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ علماء کا ہمیشہ سے یہ تقاضا رہا ہے کہ ملک سے غیر اسلامی امور کو ختم کر دو اور قرآن و سنّت پر عمل کرو۔ ہم عوام اور حکومت دونوں کے ساتھ ہیں۔ مگر جعفری صاحب جس تجدید پر اصرار کر رہے ہیں وہ میری سمجھ سے بالا ہے کیونکہ ۲۰ سال کا طویل عرصہ گذر گیا وہ ملک جس کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اس میں اسلامی نظام کا شائبہ ہی نہیں۔ کیا آپ کی نظر میں عائلی قوانین، خاندانی منصوبہ بندی، سیاسی اجارہ داری اور عوام کے حقوق غصب کرنا اور حکام کا اپنی کنبہ پروری کرنا اسلام ہے اگر ایسا ہے تو ہم آپ سے بیزار ہیں اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا ——

حقیقت میں دھوکہ ان جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے کیا جبکہ ان کے ہاتھوں میں زمامِ اقتدار ہے۔ قیام پاکستان کے وقت اسلام اسلام مگر اب ۲۰ سال سے غیر اسلامی افعال کا ارتکاب ہو رہا ہے کیا سود، شراب اسلامی ہیں؟ کیا یہ مملکتِ اسلامیہ کی ترقی کا باعث ہو سکتے ہیں اگر یہی ہے تو لفظ ترقی کی تعریف سے بھی نابلد ہیں۔ قوم پر جو ایک ذہنی جمود طاری ہو گیا اور ملکی ترقی رُک گئی۔ یہ علماء کا پیدا کردہ نہیں بلکہ آپ کے غلط اور متضاد نظریات کا پیدا شدہ ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں اربابِ اقتدار میں اقتدار کی جنگ جاری ہے۔ ان سب کی یہ خواہش ہے کہ علماء کو بدنام کرتے جاؤ اور خود کرسئ اقتدار پر غاصبانہ قبضہ جماتے جاؤ۔ واضح رہے علماء کو اقتدار کی ضرورت نہیں۔ آپ ملک سے فحاشی، شراب خوری، سود اور دیگر خلافِ اسلام امور کو آج ختم کرنے کا اعلان کر دیں علماء آپ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ علماء آج بھی جنگِ آزادی کے مجاہدوں کی طرح زندہ ہیں۔

قرآن کی جدید تفسیر و تشریح کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔ مختصر بات یہ ہے کہ ارسطو نے جو اصول و مبادیات اپنی کتب میں دئے ان کی توضیح وہی قابلِ قبول ہو گی جو اس کی اپنی زبان سے ہے یا اس کے خاص شاگردوں نے جو اس سے استفادہ کر کے نظریات دئے بعینہٖ قرآن مجید کے مطالب و مفہوم کو سمجھنے کے لئے حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے ارشادات اور اس کے بعد صحابہؓ کے اقوال زیادہ قابلِ قبول ہوں گے۔ خلفاء راشدہ نے جو مطالب قرآن و حدیث اور تعلیمات نبوی سے حاصل کئے انہوں نے ان کے مطابق اسلامی نظام قائم کیا جو آج بھی قابلِ عمل ہے اور وقت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

قرآن مجید کی جو تفسیر ہو وہ معقول و منقول دونوں کی روشنی میں ہو اگر صرف عقلی دلائل دئے جائیں اور منقول ملحوظ نہ رکھے جائیں تو وہ بمصداق اس کے ہو گا کہ بغیر بینائی کے آفتاب کی روشنی کو دیکھنا جو کسی صورت ممکن نہیں جیسا کہ بعض فطرت پرستوں نے معجزوں کا انکار یہ کہہ کر کر دیا کہ یہ خلافِ عقل ہیں۔ علماء کرام نے ان کے اعتراضات کے عقلی اور نقلی دونوں جواب دئے۔

مختصر بات یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر ہر آدمی کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی ہر عام کو ایسے کرنے کا حق حاصل ہے جیساکہ آئین پاکستان کی وضاحت کا مطلب وہی مراد لیا جائے گا جو آئین ساز کی نظر میں ہے نہ کہ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ کے مصداق کے تحت ہر آدمی یہ کہے کہ جناب اس دفعہ کا مفہوم یہ ہے باقی تمام کی مراد خلاف عقل ہے کوئی اس بات کو قبول نہیں کرتا۔ بعینہٖ قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہو گی جو صاحبِ قرآنؐ اور اس کے تربیت یافتہ صحابہؓ نے ہمیں دی۔

علماء اور جمود

صاحبِ مقالہ نے لکھا ہے کہ علماء نے اسلام پر جمود طاری کر دیا۔ حالانکہ یہ جدید لوگوں کی غلط تاویلات کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ (جدید لوگ) اپنی گمراہ کن توضیحات سے اسلام کو لوگوں کے گھروں، سکولوں، کالجوں اور مسجدوں سے نکالنا چاہتے ہیں اور ایک مکمل لادینیت کو یہ لوگ ترقی سمجھ رہے ہیں۔

صاحب مقالہ نے مزید لکھا کہ سوویٹ یونین میں ۲۸ ملین مسلمانوں نے کمیونزم علماء کی غلط تاویلات کی وجہ سے قبول کیا۔ یہ کس قدر بے بنیاد بات ہے اسلام اور سوشلزم اور کمیونزم بالکل ایک دوسرے سے متصادم ہیں مگر ارباب اقتدار اور جدید حضرات میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ ملک کی ترقی کمیونزم میں مضمر ہے۔ کس قدر غلط خیال ہے۔ آپ روس، یوگوسلاویہ اور دیگر کمیونسٹ ملکوں کا جائزہ لیں وہاں مکمل لادینیت ہے۔ حتیٰ کہ آئینی شاہدوں کا بیان ہے۔ یوگوسلاویہ میں مسجدوں کو

(باقی صٓ۱۶ پر)

حضرت مولانا عبد الخالق مد ظلہ ۔ مظفر گڑھ

الدین النصیحۃ

— ۲ —

۳۔ غیر شادی شدہ زناکار خواہ مرد ہو یا عورت اس کو سَو کوڑے کی سزا ملنی چاہیئے ۔ کیونکہ قرآن حکیم کا حکم ہے ۔ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ ۔

یعنی کنوارے زانی زانیہ کو ہر ایک کو سَو سَو کوڑے لگاؤ ـــــ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی پر دال ہیں اور اسی پر اجماعِ اُمت ہے

۴ ۔ جو شخص کسی پاک دامن مرد یا عورت کو زنا کی جھوٹی تہمت دے تو اس تہمت دہندہ کو اَسّی کوڑے کی سزا ملنی چاہیئے ۔ قرآن و حدیث کا یہی حکم ہے اور اسی پر اجماعِ اُمت ہے ۔

۵ ۔ شراب پینے والے کو بھی اَسّی کوڑوں کی سزا ملنی چاہیئے ۔

۶ ۔ چوروں کی سزا قطعِ ید ہونی چاہیئے ۔ یعنی جب چوری چور کے اپنے اقرار سے یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے کیونکہ قرآنِ کریم میں اللہ جلّ شانہٗ کا حکم ہے :۔

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا ۔

ترجمہ :۔ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹو ۔

۷ ۔ ڈاکے کی سزا بھی شرعی جاری کرنی چاہیئے ۔ جو قرآنِ کریم کی اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے :۔

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْا اَوْ یُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

(سورہ المائدہ ع ۵)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے یا ان کا ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹا جائے یا اُن کو زمین سے دور کیا جائے یہ اُن کے لئے ذلت ہے دنیا میں اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا عذاب ہے ۔

مطلب یہ کہ اگر ڈاکہ زنوں نے فقط قتل کا ارتکاب کیا ہے اور مال نہیں چھینا تو ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے اور اگر فقط مال چھینا ہے اور قتل نہیں کیا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے اور اگر انہوں نے قتل بھی کیا ہے اور مال بھی چھینا ہے تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے اور قتل بھی کیا جائے یا ہاتھ پاؤں بھی کاٹے جائیں اور پھانسی بھی دی جائے یا فقط قتل پر اکتفا کیا جائے یا فقط پھانسی پر ۔

اور اگر رہزنوں نے رہزنی کا ارادہ کیا ہے اور آنے جانے والوں کو ڈرایا دھمکایا ہے لیکن مال بھی نہیں چھینا اور قتل بھی نہیں کیا تو ان کی سزا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو قید خانہ میں ڈالا جائے جب تک توبہ نہ کریں اور نیک چلنی اختیار نہ کریں ان کو قید خانہ سے نہ نکالا جائے ۔

یہی مراد ہے امام صاحب کے نزدیک نفی من الارض سے ۔ اور امام مالک رح کے نزدیک نفی من الارض سے مراد ہے کہ ان کو شہر بدر کرکے دوسرے شہر میں حبس کیا جائے ۔ (کذا فی المیزان الشعرانی صفحہ ۱۴۰ ج ۲ و رحمۃ الامۃ صفحہ ۱۳۹ ج ۲)

ان سزاؤں کے علاوہ جو شریعت کی طرف سے مقرر شدہ ہیں جن کو شریعت کی اصطلاح میں حدود کہا جاتا ہے اور سزائیں بھی ہیں جن کو تعزیرات کہا جاتا ہے یعنی جس جرائم پر سزا کی نوعیت اور مقدار مقرر ہے ۔ جیسے زنا اور چوری شراب خوری ، ڈاکہ زنی اور تہمت زنا ان جرائم کے سوا باقی جرائم پر حاکم اپنی صوابدید سے جتنا مناسب سمجھے سزا دے ۔ جو اس کے اس جرم سے باز آ جانے کے لئے کافی سمجھی جائے ۔

اس سزا کو تعزیر کہا جاتا ہے اور چونکہ حدیث شریف میں حکم ہے کہ تعزیر کو حد کی مقدار تک نہ پہنچانا چاہیئے ۔ لہٰذا بعض آئمہ نے تعزیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار انتالیس کوڑے رکھی ہے تاکہ غلام کی ادنیٰ حد چالیس سے ایک کم ہو اور بعض آئمہ نے تعزیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار پچھتر کوڑے تاکہ آزاد آدمی کی ادنےٰ حد (اسّی کوڑے سے) پانچ کم ہوں اور تعزیر کا ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے جرم کا مرتکب بنے کہ وہ حد کا موجب نہ ہو یا کسی مسلمان یا ذمّی کو ناحق ایذا پہنچائے تو اس پر تعزیر قائم کرنی چاہیئے ۔ مثلاً جو شخص اسلام کے ارکانِ اربعہ نماز ، روزہ ، زکوٰۃ ، حج میں سے باوجود فرضیت کے کسی رکن کا تارک ہو یا بلا عذر نماز کی جماعت یا جمعہ کا تارک ہو یا شراب کی خرید و فروخت کرتا ہو یا جوا کھیلتا ہو یا کسی مسلمان کو کافر یا یہودی یا نصرانی یا مجوسی کہے یا کسی صالح مسلمان کو فاسق کہے یا کسی سنّی مسلمان کو رافضی یا خارجی یا وہابی کہے تو ایسے ہر شخص پر تعزیر قائم کرنی چاہیئے ۔

یہ مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروار پیش کی گئی ہیں ورنہ تعزیر کا باب کتاب و سنت کے اصول

کے ماتحت ایک وسیع باب ہے۔ کتب فقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ علماء سے پوچھ اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

حدود شرعی کے قائم کرنے میں ایک تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل ہوگی اور مسلمان کا اولین فرض بھی یہی ہے کہ وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے

اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ (توبہ ع ۸)

ایمان کے دعوے دار اگر سچے مومن ہیں تو ان کو بہت ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کریں۔

اور دوسرا فائدہ حدود جاری کرنے میں یہ ہوگا کہ آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف ع ۱۲)

اور اگر بستیوں والے اللہ اور اس کے رسول کے وعد اور وعید اور اوامر و نواہی پر یقین رکھتے اور ان پر عمل کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ——۔

اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:۔

اِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِيْ بِلَادِ اللّٰهِ۔

(رواہ ابن ماجۃ عن ابن عمر مرفوعاً ورواہ النسائی عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الحدود فصل ۳)

ترجمہ: حدود اللہ میں سے ایک حد کا قائم کرنا خدا تعالیٰ کی زمین میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ خیر و برکت کا موجب ہے۔

یہ تو ایک حد کے قائم کرنے کی برکت ہوتی اور جب ساری حدود قائم کی جائیں تو کتنی برکات کثیرہ نازل ہوں گی۔

تیسرا فائدہ حدود شرعیہ اور تعزیرات شرعیہ کے قائم کرنے کا یہ ہوگا کہ اس سے ہم (مسلمانان پاکستان) انصار اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور مددگار بنیں گے۔ اور اس کی جزا علاوہ انعامات ابدیہ اخرویہ کے ہمیں یہ ملے گی کہ اللہ تعالیٰ بھی ہمارے مخالفوں (کافروں) کے مقابلے میں ہماری امداد فرمائے گا۔ جیسا کہ اس کا یہ وعدہ ہے کہ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ یعنی اے مسلمانو! اگر تم اللہ کے دین کی امداد کروگے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے مخالفوں کے مقابلے میں تمہاری امداد فرمائے گا۔

لہٰذا ہم مسلمانان پاکستان راعی و رعایا سب کا مشترک فریضہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی امداد کریں اور اپنے آزاد ملک پاکستان میں اسلامی قوانین پر عمل کریں اور حدود شرعیہ اور تعزیرات شرعیہ کو جاری کریں تاکہ علاوہ انعامات اخرویہ کے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ہماری امداد فرمائے۔

اسلام اور ایمان کی فضیلت

اب غرض یہ ہے کہ اسلام کی فضیلت کے بارے میں چند آیات و احادیث کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے تاکہ اسلام کی فضیلت معلوم ہونے کے بعد اسلام کے قوانین پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

۱۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ بلاشبہ (سچا) دین اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے۔

۲۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو تلاش (اور اختیار) کرے گا۔ سو وہ (دین) اس شخص سے (خدا تعالیٰ کے نزدیک) مقبول (اور منظور) نہ ہوگا اور وہ (شخص) آخرت میں خراب ہوگا۔

۳۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(ف) دنیا میں اعمال کا غارت ہونا یہ ہے کہ اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے تو اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا، مرنے کے بعد جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جاوے تو بیوی سے پھر نکاح کرنا پڑیگا بشرطیکہ بیوی بھی راضی ہو اور اگر وہ راضی نہ ہو تو زبردستی نکاح نہیں ہوسکتا۔

۴۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو! تم ضروری عقیدوں کی تفصیل سن لو (وہ یہ ہے کہ) اعتقاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) اپنے رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی (یعنی قرآن کے ساتھ) اور (ان کتابوں کے ساتھ بھی) جو کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) پہلے (اور نبیوں پر) نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اور (اسی طرح جو) اس کے فرشتوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسی طرح جو) اس کی کتابوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسی طرح جو) اس کے رسولوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسی طرح جو) روزِ قیامت کے ساتھ (کفر کرے) تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔ بلاشبہ جو لوگ (پہلے تو) مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوتے (اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلی بار کا اسلام سے پھر جانا معاف ہو جاتا۔ بلکہ) کفر میں بڑھتے چلے گئے (یعنی مرتے دم تک کفر پر قائم رہے) اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہیں بخشیں گے اور نہ ان کو (بہشت کا) راستہ دکھلائیں گے۔

۵۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے (یعنی ایمان اختیار نہ کیا) ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے (اور وہاں برابر یہ حالت رہے گی کہ) جب ایک دفعہ ان کی کھال (آگ سے) جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری (تازی) کھال پیدا کر دیں گے۔ تاکہ (ہمیشہ) عذاب ہی بھگتتے رہیں۔ بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے بہت جلد ہم ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے (مکانوں کے) نیچے سے نہریں بہتی ہونگی

(باقی صہ۱۴ پر)

مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی

حضرت آدم علیہ السلام

(۸)

حضرت آدمؑ کی عصمت

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اب حضرت آدمؑ کے واقعہ پر نظر ڈالئے تو آپ یہ پائیں گے کہ جب اس واقعہ کو سورۂ "بقرہ" میں بیان کیا گیا تو یہ واضح کر دیا گیا کہ حضرت آدمؑ کی یہ غلطی نہ گناہ تھی اور نہ نافرمانی بلکہ معمولی قسم کی لغزش تھی۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطَانُ شیطان نے ان دونوں سے لغزش کرا دی۔

اور اس کے بعد سورۂ "اعراف" اور "طٰہٰ" میں دو جگہ اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے "وسوسہ" سے تعبیر کیا۔

وسوس الیہ الشیطان

شیطان نے ان کو پھسلایا۔

اور طٰہٰ میں تیسری جگہ اس لغزش اور وسوسہ کا خود ہی سبب بیان کر کے حضرت آدمؑ کو ہر قسم کے ارادی اور عملی گناہ سے پاک ظاہر کیا اور ان کی عصمت کے مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ محکم اور مضبوط بنا دیا۔

ولقد عهدنا الى آدم فنسى ولم نجد له عزما۔

اور بلاشبہ ہم نے آدمؑ سے ایک اقرار لیا تھا پس وہ اس کو بھول گیا اور ہم نے اس کو پختہ ارادہ کا نہیں پایا (یا) ہم نے اس کو اس اقرار کے پورا نہ کرنے میں اس کے ارادہ اور قصد کا دخل نہیں پایا۔

یہ آیات صاف طور پر واضح کرتی ہیں کہ حضرت آدمؑ نے کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں کیا اور جس حد تک معاملہ پیش آیا اس میں ان کے قصد و ارادہ سے خلاف ورزی کا مطلق کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک وسوسہ تھا۔ جو لغزش کی شکل میں اُن سے صادر ہو گیا اور وہ بھی نسیان اور بھول چوک کے ساتھ۔

ان تمام تصریحات کے بعد اب سورۂ طٰہٰ کی مسطورۂ ذیل آیت کا مقصد خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔

وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ

اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کا حکم پورا نہ کیا اور وہ بھٹک گیا۔

ہم نے اس جگہ عصیان اور غوایت کے وہ معنی نہیں لئے جو عام بول چال میں بولے جاتے ہیں یعنی "گناہ" اور "گمراہی" اور ایسا تاویل بعید یا دور از کار توجیہ کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ لغت اور علم معانی کے عام اصول کے زیر نظر ہی کیا گیا ہے اس لئے کہ لغت عربی کی مشہور کتاب "لسان العرب" اور "اقرب الموارد" وغیرہ میں ہے "المعصیة: مصدر وقد تطلق على الزلة مجازًا ——

(معصیت مصدر ہے اور کبھی مجاز کے طور پر لغزش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔" اسی طرح غویٰ کے معنی یہاں ضلّ یا خاب کے ہیں۔ پس اگر یہاں ضلّ مراد ہیں تو اس کا اردو ترجمہ "بھٹک گیا" کیا جائے گا اور اگر خاب مراد ہیں تو "نقصان میں پڑ گیا" صحیح ترجمہ ہے۔

بہر حال واقعہ سے متعلق ان تمام آیات کو اور اُن آیات کو جو حضرت آدمؑ کی جلالتِ قدر صفوت و برگزیدگی اور خلعتِ خلافت سے سرافرازی کو ظاہر کرتی ہیں۔ جُدا جدا کر کے نہ دیکھا جائے جیسا کہ معترضین کا عام قاعدہ ہے اور جو اکثر قرآن فہمی میں گمراہی کا سبب بنتا ہے —— اور سب کو یکجا جمع کر کے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت آدمؑ کی "عصمت" کا مسئلہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور اس میں قطعی کسی شائبہ ریب و شک کی گنجائش نہیں ہے۔

اور بالفرض اگر عصیٰ اور غویٰ کو عام استعمالی معنی میں لیا جائے تب بھی وہ اصول پیش نظر رکھنا ضروری ہے جو مسئلہ "عصمت" کی حقیقت کے سلسلہ میں ابھی بیان ہو چکا ہے کہ جب نصوصِ قرآن حضرت آدمؑ کی نبوت، صفوت اور خلافت جیسے عظیم الشان مراتب کا اظہار کرتی جاتی ہیں تو اس آیت میں اُن کی اس لغزش کو ان سخت الفاظ کے ساتھ اس لئے یاد کیا گیا کہ آدمؑ جیسے مقرب بارگاہ الٰہی کے لئے کہ جس کو خود اللہ تعالےٰ کی براہِ راست ہمکلامی کا شرف حاصل ہے یہ لغزش اور نسیان بھی اس کے مرتبہ سے نازل اور غیر موزوں ہے لہٰذا زیادہ سے زیادہ قابل گرفت ہے اگرچہ ابرار و نیکوکار انسانوں کے حق میں اس قسم کی غلطی ایک معمولی بات ہی کیوں نہ ہو۔

۷- حضرت آدمؑ، دنیاءِ انسانی میں پہلے انسان اور کائنات بشری کے پہلے ابوالبشر ہیں یا اس سے بھی پہلے اس قسم کی دنیاءِ انسانی کا وجود اس کائنات میں رہا ہے اور اس کے لئے بھی اسی طرح ایک آدم ابوالبشر کی ہستی رہی ہے؟

اس مسئلہ کے متعلق اگرچہ بعض علماءِ طبقات الارض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ انسانی دنیا سے قبل بھی ربع مسکون پر عالم انسانی کا وجود رہا ہے اور آج سے تیس ہزار سال قبل کی اس جنس بشری کا نام "نیانڈرتھال" تھا اور اس کا موجودہ نسل انسانی سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ مستقل نسل تھی جو ہلاک ہو گئی اور اس کے بعد موجودہ نسل انسانی نے جنم لیا۔ مگر ان کی یہ تحقیق تخمینی اور قیاسی ہے جو انسانی ڈھانچ
اور ان کی ہڈیوں کی تحقیق ا سے
پر مبنی ہے اور کسی یقینی ہوتیں اور
پر مبنی نہیں ہے۔ اور ذ بکھر جاتی تھیں
ہم کو اس کے متن میں نہ آدے
دی نہ کسی ہے کے ساتھ ساتھ برائیوں
کوئی اشا. بنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔
علیہ مقصد کے لئے ہر ممکن طاقت

موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے یقین اور اعتقاد کے لئے اسی قدر کافی ہے جو ہم کو قرآن کے یقینی علم اور وحی الٰہی کے صاف اور صریح اطلاع سے حاصل ہوا ہے۔

دراصل اس قسم کے مباحث علمیہ کے لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو مسائل علم یقین اور مشاہدہ کی حد تک پہنچ چکے ہیں اور قرآنی علوم وحی الٰہی کی معرفت سے ان حقائق کا اس طرح انکار نہیں کرتے جس طرح آج وہ مشاہدہ اور بداہت کے درجہ میں نظر آتے ہیں ان کو بلا شبہ تسلیم کیا جائے اور ان کا انکار بیجا تعصب اور تنگ نظری کے سوا کچھ نہیں اور جو مسائل ابھی یک یقین اور جزم کی اس حد تک نہیں پہنچے جس کو مشاہدہ اور بداہت کہا جا سکے۔ مثلاً مسئلہ "زیر بحث" تو ان کے متعلق قرآن عزیز کے مطالب میں تاویلات نہیں کرنی چاہئیں اور خواہ مخواہ ان کو جدید تحقیقات کے سانچہ میں ڈھالنے کی سعی ہرگز جائز نہیں بلکہ وقت کا انتظار کرنا چاہئے کہ وہ مسائل اپنی حقیقت کو اس طرح آشکارا کر دیں کہ ان کے انکار سے مشاہدہ اور بداہت کا انکار لازم آ جائے۔

اس لئے کہ یہ حقیقت ہے کہ مباحث علمیہ کو تو بارہا اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا ہے مگر علوم قرآنی کو کبھی ایک مرتبہ بھی اپنی جگہ سے ہٹنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور جب کبھی مسائل علمیہ بحث و نظر کے بعد یقینیات اور مشاہدات کی حد تک پہنچے ہیں وہ ایک نقطہ بھی اس سے آگے نہیں گئے جس کو قرآن نے پہلے سے واضح کر دیا ہے۔

البتہ اگر کسی مفسر نے ایک آیت کی ایسی تفسیر کر دی ہے جو اس مسئلہ کی اصل حقیقت کے خلاف پڑتی ہے تو بلاشبہ اس کے بیان کردہ معانی کو نظر انداز کر دینا اور آیت قرآن کو اصل حقیقت کے مطابق ظاہر کرنا قرآن عزیز کا اپنا مطالبہ ہے جو تعقل، تفکر اور تدبر کی بار بار دعوت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ، اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ۔

لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ یہ بحث صرف ان ہی مسائل سے متعلق ہے جو تاریخی، جغرافی اور طبعی حقائق سے تعلق رکھتے ہیں اور قرآن عزیز نے اُس حد تک ان کی طرف توجہ کی ہے جس سے اس کے مقصد ارشاد و ہدایت کو مدد مل سکے۔ باقی وہ تمام مسائل جن کا تعلق ایک مسلمان کے "مسلم" ہونے اور عقائد و اعمال کے اعتبار سے اس کے "مومن" کہلانے سے ہے۔ سو ان کو قرآن عزیز نے جس یقین اور علم حقیقی (وحی الٰہی) کے ذریعہ بیان کر دیا ہے ان میں مطلق کسی قسم کے تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں ہے اور نہ وہ کسی تحقیق و ریسرچ کے محتاج۔ مثلاً خدا کی ہستی، آخرت کے وجود، ملائکۃ اللہ تقدیر اور انبیاء و رسل سے متعلق ایمان و اعتقاد یا نماز و روزہ کی اصل حقیقت حج و زکوٰۃ کے معنی و مفہوم وغیرہ یہ تمام مسائل ایک مسلمان کے لئے مطلق کسی جدید تحقیق کے محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے حقائق کے متعلق نصوص نے ہم کو دوسروں سے قطعی بے نیاز کر دیا ہے اور اس کا دیا ہوا علم علم یقین (وحی الٰہی) پر مبنی ہے جو اپنی ابدیت کے ساتھ اٹل اور غیر متبدل ہے

۸۔ تورات و انجیل (بائیبل) میں اس قصہ سے متعلق جو واقعات مذکور ہیں مثلاً سانپ اور طاؤس کا قصہ یا اسی قسم کی اور باتیں جو قرآن عزیز اور صحیح روایات حدیثی میں نہیں پائی جاتیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

یہ سب اسرائیلیات کہلاتی ہیں اور بے اصل ہیں، ان کی پشت پر نہ علم یقین اور علم صحیح (وحی الٰہی) کی سند ہے اور نہ عقل و تاریخ کی شہادت۔ اس لئے من گھڑت اور بے سروپا باتیں ہیں۔ بعض مفسرین بھی ایسی روایات کے نقل میں سہل انگاری برتتے ہیں۔ جس سے بہت بڑا نقصان یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام نہیں بلکہ خواص بھی یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان روایات کو اسلامی روایات میں دخل ہے اور یہ بھی صحیح روایات کی طرح صحیح اور قابل قبول ہیں اس لئے از بس ضروری ہے کہ تردید کے ارادہ سے علاوہ تفسیر قرآن میں ہرگز ان کو جگہ نہ دی جائے اور نہ صرف کتب تفسیر و حدیث بلکہ کتب سیرت کو بھی ان سے پاک رکھا جائے (باقی آئندہ)

بقیہ: الدین النصیحۃ

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کے لئے وہاں (بہشتوں) میں بیبیاں ہوں گی صاف ستھری اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے۔

(ف) ان آیتوں میں اسلام والوں کے لئے جنت کی نعمتیں اور اسلام سے ہٹنے والوں کے لئے دوزخ کی مصیبتیں تھوڑی سی بیان کی گئی ہیں دوسری آیتوں میں اور حدیثوں میں جنت میں طرح طرح کی نعمتیں اور دوزخ کی طرح طرح کی مصیبتیں بہت سی بیان ہوئی ہیں۔

اے مسلمانو!

دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے۔ اگر اسلام پر قائم رہ کر مان لیا کہ کچھ تھوڑی سی تکلیف بھی بھگت لی تب بھی مرنے کے ساتھ ہی ایسے عیش چین دیکھوگے کہ یہاں کی سب تکلیفیں بھول جاؤگے اور اگر کسی لالچ سے یا کسی تکلیف سے بچنے کے لئے کوئی شخص خدا نخواستہ اسلام سے پھر گیا تو مرنے کے ساتھ ہی ایسی مصیبت کا سامنا ہوگا کہ دنیا کے سب عیش بھول جاؤگے۔ پھر اس مصیبت سے کبھی بھی نجات نہ ہوگی۔ تو جس کو تھوڑی سی بھی عقل ہوگی وہ ساری دنیا کی بادشاہی کے لالچ میں بھی اسلام کو نہ چھوڑے گا۔

اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہدایت دے اور ان کی عقلیں درست رکھ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

(مولانا عاشق الٰہی)

(۴)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح بات میں بات نہیں پروتے چلے جاتے تھے ... بلکہ آپ کا کلام ایسا سلجھا ہوا ہوتا تھا کہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا۔ جسے پاس بیٹھنے والا بآسانی یاد کر لیتا تھا۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کبھی پورے دانتوں اور ڈاڑھوں کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ کے حلق کا کوّا نظر آجاوے آپ تو بس مسکراتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے کبھی اپنے دست مبارک سے کسی کو نہیں مارا۔ نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اللہ کے دشمنوں کو مارا تو وہ دوسری بات ہے۔ اور آپ کو کسی سے کسی قسم کی اذیت پہنچی تو اس کا بدلہ کبھی نہیں لیا اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف کسی سے کوئی کام ہوجاتا تو آپ اللہ کے لئے اُس کو سزا دیتے تھے۔

حضرت سعد بن ہشام روایت فرماتے تھے۔ کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ام المومنین یہ تو فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کے اخلاق وعادات کیسے تھے اس پر انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بس تو یقین جانو رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اخلاق سراپا قرآن ہی تھے۔ (یعنی اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جو احکام واخلاق ارشاد فرماتے ہیں وہ سب پوری طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں موجود تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری زندگی امت کے لئے نمونہ ہے۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ہر بات اور ہر حرکت وسکون کو انہوں نے اچھی طرح محفوظ رکھا گھر کے اندرونی حالات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بہت مروی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے اور قرآن شریف پڑھتے تھے۔ حالانکہ وہ میرا ماہواری کا زمانہ ہوتا تھا

یہ بھی روایت فرماتی ہیں۔ کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف ہوتے تو آپ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے میری طرف سر جھکا دیتے تھے اور میں آپ کا سر اپنے حجرہ میں سے دھو دیتی اور وہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا۔

کثرت عبادت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر روزے رکھا کرتی تھیں۔ اور نفل نماز بھی بہت پڑھتی تھیں چاشت کی نماز کا خاص اہتمام رکھتی تھیں اور اس وقت آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں۔ اور یہ فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی اگر قبر سے اُٹھ کر آجائیں۔ تب بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں گی۔ بلکہ ان کی خدمت کرتے ہوئے بھی اس کو ضرور پڑھوں گی۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر فرماتے ہیں۔ کہ میرا ہمیشہ معمول رہا کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاتا اور سلام کرتا (یہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے) ایک مرتبہ جو میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں۔ اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہی ہیں۔ اور رو رہی ہیں۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (طور)

سو خدا نے ہم پر احسان فرمایا۔ اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا۔

میں سلام پھرنے کے انتظار میں کھڑا رہا حتی کہ طبیعت اُکتا گئی اور میں اُن کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لئے بازار چلا گیا پھر جب واپس آیا تو دیکھا وہ اب بھی اسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد پڑھا کرتی تھیں آپ کے بعد بھی اس کا اہتمام کرتی تھیں ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں۔ سخت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جا رہے تھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے (جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے) فرمایا اس گرمی میں نفل روزہ کوئی ضروری نہیں ہے افطار کر لو بعد میں قضا کر لینا کافی ہوگا۔ یہ سن کر فرمایا۔ کہ بھلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں اپنا روزہ توڑ دوں گی

شریعت مقدسہ کی منع کی ہوئی چیزوں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بچتی تھیں۔ راستے میں کبھی ہوتیں اور گھنٹہ کی آواز آجاتی تو ٹھہر جاتی تھیں تاکہ اس کی آواز کان میں نہ آوے نیکیوں کو پھیلانے کے ساتھ ساتھ برائیوں سے بھی روکنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔ اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن طاقت

خرچ کر دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ ایک گھر کرایہ پر دے دیا تھا۔ کرایہ دار اس میں شطرنج کھیلنے لگے۔ تو ان کو کہلا بھیجا۔ کہ اس حرکت سے باز نہ آؤ گے۔ تو مکان سے نکلوا دوں گی۔

ایک دن ایک عورت ان کے پاس آئی اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کے پاؤں میں گھنگرو کا زیور تھا، جو بجتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا اس بچی کو میرے پاس مت لاؤ جب تک اس کے گھنگرو نہ کاٹ دیے جائیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ریا اور اسی طرح کی کوئی بجنے والی چیز مثلاً گھنگرو وغیرہ) ہوں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: پاکستان میں تجدید اسلام کی ضرورت

گودام، شراب خانوں اور دیگر امور کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اور مذہبی تعلیم کی بات کرنا ممنوع ہے مارکس نے کہا تھا مذہب افیون ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی اقلیت پر نظام جبراً ٹھونسا گیا ہے آپ دیکھیں کہ وہاں لینن اور سٹالن اور ان سے پہلے زار روس کے کیا نظریات تھے؟ کیا وہاں حکومت الٰہیہ قائم تھی؟ جو علماء کی غلط بیانی کی وجہ سے کمزور پڑ گئی ہو۔ اس کا جواب انشاء اللہ نفی میں ہو گا۔

صاحب مقالہ نے مزید لکھا ہے کہ علماء طوطے کی طرح رٹ لگا رہے ہیں کہ اسلام ہمہ گیر نظام ہے اور قائداعظم کے الفاظ میں اقبال نے کسی مولوی کی نسبت بہترین طور پر قرآن سمجھا۔ بس ایک سوال عرض ہے؟ علماء نے کب کہا کہ مذہب و سیاست جدا ہیں؟ اگر سیاست و حکومت قرآن و حدیث اور تعلیمات اسلامیہ کے مطابق ہیں وہ حکومت الٰہیہ ورنہ نہیں۔ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ قائداعظم اور اقبال دونوں نے علماء سے استفادہ کیا بلکہ اقبال نے سید سلیمان ندوی اور حضرت انور شاہ کشمیری رح سے کئی مسائل سمجھے جن کی قابلیت کا لوہا مانا جا چکا ہے۔

صاحب مقالہ نے مزید لکھا کہ جس دن ہم قرآن کو خود سمجھنے کی کوشش کریں گے اور علماء سے اپنا دامن چھڑا لیں گے تو اس دن ہم اسلام کو بچا لیں گے اور اپنی عورتوں کو چودہ سو سالہ بے عزتی سے محفوظ کر لیں گے۔

خدا معلوم آپ نے عورتوں کی چودہ سو سالہ بے عزتی سے کیا مراد لیا؟ کیا ان کا پردہ حلم و حیا مراد لیا یا کوئی اور چیز؟

کیا آپ کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام نے اتنی طویل صدیوں سے عورت کو کوئی حق و بلند مقام نہیں بخشا؟ اس سوال کا جواب علماء کی کتب سے ملاحظہ فرمایئے۔

وحدانی قوت

صاحب مقالہ نے مزید لکھا ہے کہ ان مولویوں نے امپیریلزم، فیڈرل ازم، سرمایہ داریت اور اشرافیہ جیسے گندے ذہن کے بچوں کو جنم دیا۔ ان کی یہ بات غیر تحقیقی ہے۔ ان نظریات میں جن مغرب زدہ لوگوں کے حوالے اور کتب موجود ہوں انہوں نے ان کو جنم دیا ہے نہ کہ علماء نے۔

آخر میں یہ لکھا ہے کہ علماء کو زرعی یونیورسٹی لائلپور اور دیگر اقتصادی اداروں سے تعاون کرنا چاہیئے تاکہ ملک ترقی کرے۔

صاحب مقالہ اگر علماء کی زرعی میدان میں واقفیت حاصل کرنا چاہیں تو سعید احمد ایم، اے کی کتاب اسلام کا زرعی نظام مطالعہ کریں۔ ان کو اس قدر طویل مقالہ لکھنے اور تضیع اوقات سے کیا حاصل ہوا۔ خدارا قلم کو ادب سے استعمال کریں آپ بزرگ ہیں بس یہی عرض ہے۔

با ادب با نصیب

"ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی"

فلسفۂ معراج

مولانا قاری عطاء اللہ بغدادی عنوان بالا پر ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۷ء کو جامع مسجد نہر والی گنج مغلپورہ میں میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔ اور رات کو بعد نماز عشاء "اصلاح معاشرہ" کے عنوان پر کوٹ رادھاکشن میں تقریر فرمائیں گے۔ (عبدالجبار چوہان)

تعارف و تبصرہ

نام کتاب "درس قرآن مجید" مجموعہ سال دوم
شائع کردہ۔ دارالارشاد کیمبلپور پاکستان
ضخامت۔ ۴۰۴ صفحات
کاغذ۔ نیوز
ہدیہ۔ تین روپے

درس قرآن مجید سال دوم وقار العلماء والصلحا حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ خلیفہ مجاز قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ان درسوں کا مجموعہ ہے جو حضرت موصوف واہ کینٹ میں محترم جناب خوشی محمد صاحب کی کوٹھی میں دیتے ہیں۔ یہ درس ہر انگریزی مہینہ کے آخری اتوار کو ہوتا ہے اور خدام الدین میں باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس درس کی مقبولیت کا یہ حال ہے۔ کہ کوٹھی کا وسیع لان کھچا کھچ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور سننے والوں کی تعداد میں روز بروز معتدبہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جہاں اس درس کی مقبولیت میں حضرت قاضی صاحب کے خلوص و علم و فضل کو دخل ہے وہاں ان کے تقویٰ و طہارت اور روحانی تصرف کا بھی ہاتھ کارفرما ہے۔ کیونکہ اس قحط الرجال میں عوام و خواص کا کثیر تعداد میں دور و نزدیک سے کھنچے چلے آنا روحانی تصرف کے بغیر محال ہے۔ قارئین خدام الدین اس درس قرآن کو باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اور اس لئے زیر تبصرہ مجموعہ کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے "عیاں را چہ بیاں" تاہم اس درس کی بڑی خصوصیت یہ ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے سورۂ بقرہ سے سورۂ الانعام تک کے مضامین ان چار سو صفحات میں سمو دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت قاضی صاحب کو بیش از پیش دینی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا سلسلۂ خیر تا ابد جاری رہے۔

ہم قارئین سے اس مجموعہ کو خرید کر پاس رکھنے کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔

تلاش گم شدہ

ایک لڑکا جس کا نام محمد صادق ولد نفیس الدین عمر ۱۵، ۱۶ سال کے درمیان، قد ۵½ فٹ رنگ سانولا ہے ۲۰ر جون ۱۹۶۷ء کو گھر سے چلا گیا ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کے بارے میں معلوم ہو۔ تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دیکر ثواب دارین حاصل کریں۔ اگر محمد صادق خود پڑھے تو فوراً گھر چلا آئے۔ اُس کے والدین اور تمام افراد بہت زیادہ پریشان ہیں۔ (سراج دین معرفت تاج کریانہ سٹور باحات علی شاہ نزد مومن مسجد دسکھر)

اپیل برائے جامعہ مدنیہ لاہور

جامعہ مدنیہ (رجسٹرڈ) آج سے بارہ سال پہلے علوم دینیہ (قرآن و حدیث، فقہ اور عقائد) اور اس کے متعلقہ علوم (منطق، فلسفہ، صرف، نحو وغیرہ) کی ترویج و اشاعت کے پیش نظر معرض وجود میں آیا۔ ابتداء میں بیشمار مصائب آلام سے دوچار رہا (مثلاً معقول جگہ نہ ملنی، سرمایہ نہ ہونے کے برابر تھا وغیرہ وغیرہ) مگر رفتہ رفتہ مصائب و مشکلات کے بادل چھٹنے لگے اور جامعہ ترقی کی شاہراہوں پر بڑی تیزی سے گامزن رہا۔ اگرچہ اس وقت تک جامعہ اور اس کے اراکین کو پریشانیوں سے پوری طرح نجات حاصل نہیں ہوئی مگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے کی نسبت بہت سکون ہے۔ اس وقت جامعہ مدنیہ لاہور میں راوی روڈ کے قریب کریم پارک میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور جامعہ کے مہتمم و دیگر اراکین کے خلوص و جانفشانی سے جامعہ اس وقت بیس سے زائد رہائشی کمروں، ٹیوب ویل، ٹینکی، مطبخ اور نہایت شاندار دارالحدیث و کتب خانہ پر مشتمل ہے۔ بائیس مدرسین و ملازمین کی زیر نگرانی تین سو طلبہ (مقامی و مسافر) تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، صرف، نحو، قرآن مجید (حفظ و ناظرہ) قرأت، طب اور بقدر ضرورت انگریزی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جامعہ کے مطبخ میں اس سال کے ابتدائی تین ماہ میں ایک سو پچیس طلباء کا کھانا تیار ہوتا رہا۔ اس کے بعد سے اب تک ایک سو کے لگ بھگ مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا تیار ہوتا ہے۔ کھانے کے علاوہ طالب علموں کے وظائف، کتب اور دواؤں کا خرچ بھی جامعہ ہی کے ذمہ ہے۔

جامعہ مدنیہ اور شیخ التفسیرؒ: حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کو جامعہ مدنیہ سے بےحد محبت تھی آپ اکثر طالب علموں کو جامعہ مدنیہ میں داخلہ لینے کا مشورہ دیتے۔ جامعہ مدنیہ جن اصول و ضوابط پر کاربند ہے وہ تمام حضرتؒ ہی کے مرتب کردہ ہیں۔ حضرتؒ کو نہ صرف جامعہ مدنیہ سے محبت تھی بلکہ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا الحاج سید حامد میاں صاحب پر بھی بہت زیادہ شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے حضرتؒ ان کے خلوص اور دیانتداری کی بہت تعریف فرماتے تھے متعدد بار تو یہاں تک فرمایا کہ "حامد میاں کو میں اپنا چوتھا بیٹا سمجھتا ہوں" حضرتؒ جب تک بقید حیات تھے جامعہ کے تمام اہم امور انہی کے مشوروں سے طے ہوتے۔

جامعہ کی موجودہ مشکلات: اس وقت اراکین جامعہ کو دو بڑی پریشانیاں لاحق ہیں:۔

۱۔ **درسگاہوں کا نہ ہونا:** فی الحال بعض مدرسین کرام مسجد اور بعض طلباء کے رہائشی کمروں میں اسباق پڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے طلباء اور مدرسین دونوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ کرے یہ مشکل مسئلہ جلد سے جلد حل ہو جائے۔

۲۔ **قلّتِ سرمایہ:** جامعہ کی معقول آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے مدرسین و ملازمین کی تنخواہیں، طلباء کا کھانا، وظیفہ، کپڑے، صابن کا خرچ اور دیگر اخراجات بڑی مشکل سے پورے کئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے قرضہ لینا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ہم مسلمانانِ پاکستان سے بالعموم اور اہالیانِ لاہور سے بالخصوص اپیل کرتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مالی امداد دے کر اراکین جامعہ کا ہاتھ بٹائیں۔ اور خدائے عزوجل کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس کے لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جامعہ کو حسب استطاعت ماہانہ امداد دی جائے جسے جامعہ کے سفیر خود آکر وصول کریں گے۔

یاد رکھئے! علم دین کے طلباء آپ کی زکوٰۃ، صدقات اور جملہ عطیات کے بہترین مصرف ہیں۔ اس لئے کہ اس میں دوہرا ثواب ہے صدقہ کا بھی اور اشاعتِ علم دین میں معاون ہونے کا بھی۔

جامعہ کی خصوصیات: (ا) جامعہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے اصول و ضوابط حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمائے ہیں (ب) جامعہ کے سرپرست اراکین حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی، جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب وغیرہم جیسے مقتدر علماء اور صلحاء ہیں۔

ج ۔ جامعہ کے مہتمم و منصرم حضرت شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب ہیں جو بلند پایہ علماء و صلحاء میں سے ایک ہیں۔ (د) جامعہ خالص دینی علوم کے طلباء کے ساتھ ساتھ اُن کالجیٹ طلباء کو بھی رہائشی سہولتیں مفت مہیا کرتا ہے جو دن بھر میں کم از کم ایک گھنٹہ دینی تعلیم پر صرف کریں۔

ھ ۔ جامعہ میں علوم دینیہ کے فضلاء کو علم طب اور انگریزی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

خوشخبری: مرکزی حکومت پاکستان وزارتِ مالیات (ریونیو ڈویژن) کے نوٹیفکیشن ۶۹ ۔ سی نمبر ا ے (۳۲) آئی ۔ ٹی ۔ پی / ۵۹ مورخہ $\frac{8}{59}$ ۱۰ کی رُو سے ہر رقم جو جامعہ کو دی جائے گی۔ انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔ (حکیم برکات احمد، ناظم دفتر جامعہ مدنیہ لاہور)

مدیر "شہاب" کا دورہ انگلستان

آل پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن کی استقبالیہ تقریب مدیر شہاب یکم اکتوبر کو اسلامیان لندن کی دعوت پر تین ہفتے کے دورے پر انگلستان روانہ ہوگئے ہیں۔ اپنے اس دورے کے دوران آپ سعودی عرب جاکر عمرہ کی سعادت سے بھی سرفراز ہوں گے۔ دریں اثنا آپ ایران، لبنان اور روم بھی جائیں گے۔ اس سلسلے میں آل پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن نے آپ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دعوت ترتیب دی جس کی صدارت چیف پارلیمانی سیکرٹری حکومت پاکستان خان محمد حنیف خاں نے کی۔ مرکزی پارلیمانی سیکرٹری سید علی اصغر شاہ اور پیر صاحب مانکی شریف نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔

طلباء اور سیاست مولانا کوثر نیازی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کسی خاص طرز حکومت کی حمایت میں طلباء کو سیاست میں دھکیلنا ملک و ملت کی خدمت نہیں۔ طلباء کو چاہئے کہ وہ فکری طور پر سیاست کا مطالعہ کریں۔ سیاسی پارٹیوں کے احوال کو پرکھیں۔ عالمی سیاسی تبدیلیوں کا جائزہ لیں اور اپنے شعبہ ہائے تعلیم میں خوب محنت کریں تا کہ علمی و فنی مہارت حاصل کرنے کے بعد جب وہ عملی زندگی میں داخل ہوں ۔ تو ملی مسائل کو سلجھا سکیں۔ انہیں اپنے زمانہ طالب علمی میں سیاسی اغراض کے حامل افراد کا آلۂ کار نہیں بننا چاہئیے۔

انہوں نے کہا کہ علماء کرام نے ہمیشہ بوریا نشین رہ کر اسلام کی شمع کو روشن رکھا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہیں نئی نسل میں اسلامی اقدار کو رائج کرنے کے لئے محبت و شفقت سے کام لینا چاہئیے اور طلباء کے مغرب زدہ رُجحان سے مایوس ہونے کے بجائے انہیں اپنے قریب لائیں۔ انہوں نے بتایا کہ نوجوان دینی حلقوں سے دور نہیں ہیں۔ اور انہیں معلوم ہے کہ علماء کرام نے آزادی کی جنگ میں ہراول دستے کا کام کیا ہے تاہم دین کے محافظوں کو وقت کے تقاضوں پر نظر رکھنی چاہئیے۔ انہوں نے علماء سے اپیل کی کہ وہ شیعہ، سُنی بریلوی اور دیوبندی تنازعات سے بالاتر ہو کر مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ موجودہ دور میں نفس دین کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ نوجوان نسل دین کے بنیادی عقائد سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ وہ جدید مسائل کا حل طلب کرتے ہیں اگر علماء کرام نے اسلام کی روشنی میں ان مسائل کا حل نہ پیش کیا تو نئی نسل دین سے دُور ہو جائے گی۔ اس لئے علمائے کرام کو فرقہ وارانہ طبقوں کو چھوڑ کر متحد ہو جانا چاہئے۔ مولانا کوثر نیازی برطانیہ میں مقیم پاکستانیوں کی دعوت پر ۳ راکتوبر کو عازم لندن ہو گئے وہاں کے مسلمان لندن میں ایک اسلامک سنٹر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ سنٹر کے قیام کا کام مولانا کے مشورہ اور منصوبہ کے مطابق ہوگا۔ سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اس سلسلے میں ان کو الوداعی دعوت دی۔ فیڈریشن کی طرف سے دیئے گئے عصرانہ کی صدارت کے فرائض قومی اسمبلی کے چیف پارلیمانی سیکرٹری مسٹر محمد حنیف خاں نے ادا کئے اور اس تقریب میں پیر مانکی شریف، مولانا احتزام الحق تھانوی مرکزی پارلیمانی سیکرٹری سید علی اصغر شاہ لاہور کے ممتاز شہریوں وکلاء اور طلباء نے شرکت کی۔

بقیہ صـ ۱۹ سے آگے

یہ صبر کی حقیقت ہے۔

انسان اگر برداشت سے کام نہ لے تو زندگی مصیبت بن جائے گھر میں، بازار میں، سڑک پر، ہر جگہ لڑائی بھڑائی شروع ہو جائے۔

اسی لئے مسلمانوں کو غصہ پی جانے اور برداشت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

ایک دفعہ ایک بدوی نے گستاخی سے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچا۔ اور کہا۔ جو مال خدا کا ہے۔ اور اُس نے تمہیں دیا ہے۔ اُس میں سے مجھے بھی دو۔ یعنی بیت المال (اسلامی خزانہ سے) ایک صحابیؓ پاس تھے۔ اُنہوں نے بدوی کو پرے ہٹایا۔ اور حضورؐ کی گردن چھڑائی۔ جو سرخ ہو گئی تھی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ با اختیار تھے۔ آپؐ اُسے گستاخی کی سزا دے سکتے تھے۔ مگر آپ نے اس کی کم عقلی کا خیال کر کے برداشت سے کام لیا صرف اتنا کہا۔ کہ اگر میں بھی تمہارے گلے میں کپڑا ڈالوں تو پھر؟ وہ چپکا ہو رہا آپؐ نے اسے بیت المال سے اناج دلوا دیا۔

ایک دفعہ آپؐ نے ایک یہودی سے قرض لیا وہ میعاد پوری ہونے سے پہلے مطالبہ کرنے چلا آیا۔ آپؐ نے فرمایا ابھی میعاد باقی ہے اس نے سخت کلامی کی۔ صحابہؓ نے اُسے سزا دینی چاہی۔ آپ نے انہیں منع فرمایا یہودی بولا۔ میں نے آپؐ کی نبوت کی سب علامتیں دیکھ لی تھیں صرف ایک علامت دیکھنا باقی تھی۔ اور وہ یہ کہ لوگوں کا اکھڑپن نبی آخرالزماں کے حلم کو اور بڑھائے گا۔ یہ کہہ کر وہ یہودی اسلام میں داخل ہو گیا۔

سالانہ جلسہ

”دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع ملتان“ مغربی پاکستان میں بہت بڑا مرکزی دینی ادارہ ہے جو کہ عرصہ ۱۵ سال سے دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اس کا سالانہ جلسہ مورخہ ۵، ۶، ۷ شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۸، ۹، ۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء بروز بدھ جمعرات وجمعہ منعقد ہو رہا ہے جس میں حسب دستور سابق مغربی پاکستان کے اکابرین علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لا کر قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرمائیں گے۔ (محمد منظور الحق مہتمم دارالعلوم ہذا)

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ اسلامیہ حفیظ العلوم سمبنہ ڈیرہ غازیخان کا سالانہ جلسہ مورخہ ۱۸، ۱۹ رجب ۲۳، ۲۴ اکتوبر کو ہو رہا ہے جس میں مولانا عبدالستار صاحب تونسوی، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جہلمی اور دیگر مشاہیر علماء اور قراء حضرات تشریف لا رہے ہیں (مہتمم مدرسہ)

جلسۂ عام

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کلو یا چک ۳۷۹ ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیر اہتمام مورخہ ۲۵، ۲۶ اکتوبر بعد نماز عشاء منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت عبدالشکور صاحب دین پوری و دیگر ممتاز علماء کرام اور نعت خواں شرکت فرما رہے ہیں۔ مدرسہ کے امتحان میں کامیاب طلباء و طالبات کو انعامات تقسیم کئے جائیں گے

(سید محمود حسن ترمذی ناظم مدرسہ)

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم سرگودھا (رجسٹرڈ) کا سالانہ جلسہ ۲۱۔۲۲۔۲۳ اکتوبر کو جامع مسجد گول چوک سرگودھا میں ہو رہا ہے۔ جس میں مولانا عبداللہ صاحب درخواستی۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھری مولانا نورالحسن شاہ صاحب بخاری۔ مولانا ضیاء القاسمی اور مولانا محمد اجمل صاحب لاہور وغیرہ شرکت فرما رہے ہیں یہ اجتماع ایک دینی۔ تعلیمی اور تبلیغی ہے۔

جلیل الرحمٰن مہتمم مدرسہ

بچوں کا صفحہ

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سلیم ضیاء لاہور

(۵)

۲۴۔ شجاعت حضرت رسول کریمؐ کو بہادری کا ایسا جوہر عطا فرمایا تھا کہ دشمن میلوں دور سے بھی مرعوب رہتے تھے آپ جب کبھی حرم میں نماز پڑھتے تو کفار کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھتی۔ ابوجہل نے بارہا دھمکی دی۔ کہ آئندہ میں نے آپؐ کو حرم میں نماز پڑھتے دیکھا۔ تو (نعوذ باللہ) قتل کر دوں گا۔ لیکن آپؐ اس کی دھمکیوں کو کبھی خاطر میں نہ لائے بعض دفعہ ابوجہل نے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھ کر حملہ کی نیت سے آپ کی طرف قدم بڑھایا۔ لیکن ہر بار دل پر ایسا ہول طاری ہوا۔ کہ کانپتا ہوا واپس چلا گیا۔

حضرت رسالت مآبؐ...... ایسے خطرات کے موقعوں پر بے دھڑک پہنچ جاتے تھے جہاں بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ ایک رات مدینہ میں اچانک ایک آواز بلند ہوئی۔ ہر طرف خوف سا طاری ہو گیا۔

آپ فوراً گھر سے نکلے اور ایک صحابیؓ سے گھوڑا مانگ کر تن تنہا تحقیق کے لئے روانہ ہوئے۔۔ اتنے میں اور لوگ بھی آواز کی سمت دوڑے۔ آگے گئے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ حضورؐ گھوڑے پر سوار واپس آ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ "ڈرو مت خطرے کی کوئی بات نہیں"

لوگ آپ کی بے خوفی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دشمنوں سے جتنے بھی معرکے ہوئے حضورؐ نے ان سب میں حصّہ لیا۔ آپؐ دشمن کی صفوں کے عین سامنے جا پہنچتے تھے۔ بڑے بڑے صحابہؓ بھی آپؐ کی بہادری سے سبق حاصل کرتے تھے۔ اور آپؐ کا سہارا پا کر اپنے دلوں کو قوت دیتے تھے۔

آپؐ کی شجاعت کا اس سے بڑا واقعہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تنہا اٹھے۔ اور پورے عرب کی مخالفت سے بے پرواہ ہو کر پیغام حق پہنچایا کسی سے نہ ڈرے۔ کسی سے مرعوب نہ ہوئے۔

ہر خطرے کے مقام پر بے باکانہ کھڑے ہو جاتے تھے۔ کبھی ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹایا۔

جنگ بدر میں آپؐ کے دو دانت بھی شہید ہو گئے تھے۔ اور کافی زخم بھی آئے تھے۔ مگر آپؐ ان سب چیزوں سے بے نیاز ہو کر اپنی جگہ پر جمے رہے۔

۲۵۔ شوق شہادت شہادت کا اتنا شوق تھا کہ ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ میری آرزو ہے۔ خدا کی راہ میں شہید کیا جاؤں۔ اور شہادت کا رتبہ حاصل کروں۔ پھر زندگی ملے۔ دوبارہ شہید کیا جاؤں۔ پھر زندگی ملے۔ تیسری بار پھر شہید کیا جاؤں۔

۲۶۔ دین اسلام دین اسلام پہلا اور آخری مذہب ہے۔ جس نے دین میں جبر و اکراہ سختی، ظلم و ستم کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔

رسول پاکؐ ذمیوں کے بارے میں بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا۔ اگر کوئی مسلمان ذمّی کو قتل کرے گا۔ تو وہ بہشت کی بو نہ سونگھنے پائے گا مشرکین کفار سے آپ کا برتاؤ فتح مکہ کے بعد عفو عام سے ظاہر ہے۔

ایک دن ایک ایسا وفد جو عیسائیوں سے تعلق رکھتا تھا۔ مدینے آیا تو آپ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا۔ اور اجازت دے دی کہ مسجد میں اپنے طریق پر عبادت کر لیں اسلامی بیت المال سے غیر مسلم معذورین کو گزارا دیا جاتا تھا۔

یہود و نصاریٰ کے ساتھ بھی آپؐ کا برتاؤ ہمیشہ اچھا رہا مدینے پہنچتے ہی یہود کے ساتھ عہد نامہ کر لیا۔ جس میں ان کے تمام حقوق کی حفاظت کا ذمّہ اٹھایا گیا تھا

۲۷۔ اسلامی برادری۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمانوں کو باہم رحم و محبت اور شفقت سے رہنا چاہئیے۔

۲۔ مسلمان باہم مل کر اس طرح مضبوط ہوتے ہیں۔ جیسے دیوار۔ کہ اس کے ایک حصّے سے دوسرا حصہ مضبوط ہوتا ہے۔

۳۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے۔ نہ بے مدد چھوڑے نہ تحقیر کرے

۴۔ مسلمان وہ ہے۔ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ مسلمان کو گالی دینا نافرمانی ہے۔

۵۔ تم میں سے کوئی کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۲۸۔ استقامت آپ کی پوری زندگی استقامت تھی۔ تکلیفوں کے نہایت نازک دور میں فرمایا۔ کہ قریش اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں۔ تو بھی میں اسلام کی تبلیغ سے نہ باز آؤں گا۔ یہاں تک کہ خدا اس کام کو پورا کر دے یا میری جان اس راہ میں قربان ہو جائے۔

طائف میں تبلیغ اسلام پر آپ کو جو دکھ دیئے گئے تھے۔ وہ ایسے نہ تھے کہ قوی سے قوی دل کو بھی لرزا نہ دیتے۔ لیکن آپ کی استقامت پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اہلِ طائف کے لئے بد دعا نہ کی۔ ان کا تباہ ہو جانا گوارا نہ فرمایا۔ بلکہ کہا۔ مجھے امید ہے۔ کہ ان کی پشت سے سچے خدا کے سچے ماننے والے پیدا ہوں گے۔

۲۹۔ صبر و تحمل صبر کے معنی ہیں اپنے کو کسی بات پر قائم رکھنا۔ یعنی ثابت قدم رہنا۔ تحمل کے معنی ہیں برداشت کرنا۔ صبر تحمل کے معنی ہوں گے۔ ہر حال میں مستقل مزاج رہنا دنیا کی مشکلات اور لوگوں کی تکلیفوں سے بے پرواہ رہنا۔

صبر کے بارے میں عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے۔ کہ ناطاقت اور مظلوم ہو کر پڑا رہنا اور دکھوں اور غموں کا عادی ہو جانا ہی صبر ہے۔ یہ ادھورا مطلب ہے صبر کے پورے معنی یہ ہوں گے۔ کہ جب مشکلات اور دشمنوں کے مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو ان مصیبتوں کو عزم و ہمت کے ساتھ جھیلنا اور اپنے نیک اصولوں کو نہ چھوڑنا لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے لئے اچھے اور بہتر حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کا پابند رہنا

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل ے
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ رمئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۸ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷۹/۳۹-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا